© rasailojaraid.com

جناب ذاکر نائیک کا ڈاکٹر کیمپ بل سے مناظرہ: گمراہ کُن اغلاط

ٹھوس سائنسی حقائق: ایک مہمل تصور

ڈاکٹر ذاکر نائیک صاحب فرماتے ہیں:

"میں اسے صرف ایسے سائنسی حقائق تک محدود رکھوں گا جو ثابت شدہ ہوں میں ان سائنسی نظریات کے بارے میں بات نہیں کروں گا جن کی حیثیت محض مفروضوں اور اندازوں سے زیادہ نہیں جن کا کوئی ثبوت موجود نہیں کیوں کہ ہم سب جانتے ہیں کہ سائنس بعض اوقات پلٹا بھی کھا جاتی ہے"۔[۱]

سائنس میں ٹھوس سائنسی حقائق جو ثابت شدہ ہوں کیا ہوتے ہیں؟ نائیک صاحب نے اس کی وضاحت نہیں فرمائی۔ سائنس میں کوئی حقیقت قطعی اور آخری حقیقت نہیں ہوتی، سائنس کی دنیا میں یہ تصور ہی غیر علمی ہے، نائیک صاحب اس صدی کے سات بڑے مفکرین فلاسفہ اور سائنس دان: P.K Feyerabend، K.R. Popper, Feynman, Carl-G Hempel، R.S. Kuhn، Pierre Duhem اور Imer Lakatos کی کتابیں پڑھ لیتے تو بلا دلیل یہ دعویٰ نہ فرماتے۔ انھیں سائنس کی اصل حقیقت، ماہیت اور حیثیت کا بخوبی اندازہ ہو جاتا۔ فلسفہ سائنس کی کسی بھی کتاب کا مطالعہ اس کے موقف کی تردید کے لیے کافی ہے۔ وہ عہد حاضر کے آئن اسٹائن فائن مین کی کتاب *Six Easy Peices* کے دلائل [جو صفحات گزشتہ میں نقل کیے گئے ہیں] بے بنیاد علمی ادعا سے دستبرداری کے لیے کافی ہیں کہ سائنس ٹھوس علم ہے۔ پاپر بلا شک وشبہ بیسوی صدی کا بڑا فلسفی ہے۔ اس نے Falsification یعنی سائنس کے نظریہ تردیدیت پر بہت تفصیل سے لکھا ہے کہ سائنس کا علم تردید سے ارتقاء پاتا ہے جس نظریے کی جتنی زیادہ تردید ہو وہ اسی قدر بہتر سے بہتر ہوتا چلا جاتا ہے۔ سائنس کی بے وقعتی کے بارے میں پاپر کا موقف *Stanford Encyclopedia of Philosophy* کے مقالہ نگار نے Popper پر اپنے مقالے میں نہایت اختصار کے ساتھ اصل مصادر کے حوالے سے بیان کیا ہے۔ چند تمہیدی کلمات کے

۱۔ ذاکر نائیک، خطباتِ ذاکر نائیک، [مترجم: سید امتیاز احمد] لاہور: کتاب سرائے، ۲۰۰۸، صفحہ ۴۱۔

☆ عام کی تخصیص نیت کے ساتھ دیانۃً مقبول ہوتی ہے نہ کہ قضاء ☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بعد اس کا حوالہ فلسفیانہ مباحث کی مشکلات سے بچنے کے لیے دیا جا رہا ہے تاکہ قارئین اس بحث کو آسانی کے ساتھ سمجھ سکیں۔ ہزرل سے لے کر پاپر تک کوئی سائنس کو حقیقت جاننے کا علم تسلیم نہیں کرتا سب کا مشترکہ خیال یہ ہے کہ سائنس کام چلاتی ہے Problem Solving کام چلانے والے علم سے حقیقت [reality] کی تلاش کا دعویٰ محض دعویٰ ہے، پاپر یہ بھی بتاتا ہے کہ مشاہدات پہلے سے موجود نظریات کے بغیر نہیں ہوتے۔ لہٰذا سائنس کو صرف مشاہدات کا علم سمجھ کر اسے معروضی [objective] علم سمجھنا درست نہیں یہ مشاہدات نظریات کی روشنی میں ہوتے ہیں، دوسرے معنوں میں سائنسی مشاہدات سے حاصل علم غیر اقداری [Value neutral] نہیں ہوتا یہ اقداری [value loaded] اور موضوعی [Subjective or theory laden] علم ہوتا ہے۔ Popper کے فلسفے کے مطابق جو فلسفۂ سائنس میں تسلیم شدہ امر ہے کہ سائنس کا اہم ترین وظیفہ مسائل کو حل کرنا ہے۔ [Problem Solvers] سائنٹفک میتھڈ کا اہم ترین حصہ Deductive testing of theories ہے، اس کے خیال میں مشاہدات کے لیے خاص حقائق دستیاب نہیں ہوتے۔ No pure facts available، لہٰذا تمام سائنسی مشاہداتی بیانات Theory laden ہوتے ہیں اور خالص موضوعی اثرات، مفادات، خواہشات اور توقعات کے بطن سے ظہور کرتے ہیں۔ Purely subjective factors interests, expectations, wishes etc.، اکثر سائنسی نظریات قبل تجربی *a priori* ہوتے ہیں وہ واضح طور پر بتاتا ہے کہ سائنسی علم قطعاً ٹھوس نہیں بلکہ عارضی، مفروضاتی، قیاسی، لمحاتی، غیر قطعی اور مابعد الطبیعیاتی نوعیت کا ہوتا ہے۔ All knowledge is provisional, conjectural, hypothetical پاپر کے خیال میں ہم سائنسی نظریات کی تصدیق [confirm] نہیں کرسکتے ہم صرف ان کی تردید [refute] کرسکتے ہیں۔ اور سائنس کا مقصد کسی خاص علم کی جستجو نہیں بلکہ صرف معلومہ حقائق کی تشریح یا مسائل کے حل کی کوششوں کا علم ہے:

Science is not a quest for certain knowledge but an evolutionary process in which hypothesis or conjectectures are imaginatively proposed and tested in order to explain facts or to solve problems.

پاپر کے افکار پر تنقید کرنے والوں نے پاپر سے اختلاف کرنے کے باوجود بھی بڑے

☆ یقین شک کی وجہ سے زائل نہیں ہوتا ☆ (فقہی ضابطہ)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بڑے سائنسی نظریات میں بڑی بڑی اغلاط کے امکان کو روا مانا ہے، وہ تسلیم کرتے ہیں کہ بڑے بڑے سائنسی نظریے خامیوں، گمراہیوں اور ناکامیوں کے باوجود وجود رکھتے ہیں، زندہ رہتے ہیں، ان کی زندگی سے یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ وہ ٹھوس ہوتے ہیں غیر علمی رویہ ہے۔ نائیک صاحب اس عبارت کا بغور مطالعہ فرمائیں:

That all high level theories grow and live despite the existence of anomalies. The existence of such anomalies is not usualy taken by the working scientists as an indication that the theory in question is false on the contrary, he will usually and necessarily, assume that Auxiliary hypotheses which are associated with the theory can be modified to incorporate and explain existing anomalies.

پاپر پر اس تنقید سے یہ بات واضح ہوگئی کہ کوئی سائنسی نظریہ ایسا نہیں ہے جو خامیوں [Anomalies] سے خالی ہو ان خامیوں، غلطیوں، کمیوں، کمزوریوں، عیوب اور تضادات کے باوجود سائنسی نظریے کو مکمل طور پر رد نہیں کیا جاسکتا بلکہ ان خامیوں کی روشنی میں اسے ترمیم، تبدیلی اور نظر ثانی کے عمل سے گزارا جاسکتا ہے اور جیسے جیسے خامیاں نظر آتی جاتی ہیں ان کو دور کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ پاپر اور اس کے ناقدین Lakatos، Miller، Tichy، Grunbaum کے تنقیدی افکار و خیالات کی روشنی میں ثابت ہوتا ہے کہ کوئی سائنسی نظریہ اغلاط سے مبرا نہیں ہے، لہٰذا وہ علم جو اغلاط پر مبنی ہو اور جس کا سکہ صرف اور صرف مسلسل اغلاط دور کر کے چلایا جاتا ہو وہ علم کیسے کہلا سکتا ہے؟ علم ہو اور اس میں اغلاط ہوں وہ علم کیسے ہوسکتا ہے؟ ایسے غلط سلط علم اور اغلاط کے دفتر سائنسی نظریات کے علم کو نائیک صاحب فرماتے ہیں کہ ''ٹھوس علم ہے''۔ علم موضوع اور معروض کے تعلق کا نام ہے، جب موضوع [Subject] مسلسل بدل رہا ہو تو وہ علم کیسے کہلا سکتا ہے۔ حقیقت اپنے ہونے اور اپنے جواز کے لیے کسی دوسرے پر منحصر نہیں ہوتی یہ کیسا علم اور کیسی حقیقت ہے جو تجربات پر منحصر ہے اور تجربہ کا نتیجہ بدلتے ہی بدل جاتی ہے؟ سائنس نہ علم [knowledge] ہے، نہ حقیقت [Reality] ہے، نہ حقیقتِ علم [Reality of Knowledge] ہے، اس لیے کہ یہ اپنے ہونے کا جواز اپنے اندر نہیں رکھتی لہٰذا اسے علم قرار دینا ممکن ہی نہیں۔ جب کہ قرآن حکیم علم ہے، اپنے ہونے کا جواز اپنے اندر رکھتا ہے [Self Evident Evidence] اسے سائنس سے ثابت کرنا کسی عقلی منہاج

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں قابل قبول نہیں، سائنس حقیقت کی تلاش وتشریح وتعبیر کا علم نہیں حقیقت کی تخلیق [creation of reality] کا علم ہے۔ حقیقت مادی دنیا میں تخلیق نہیں پاسکتی وہ خلق نہیں ہوتی ازلی ابدی وجود رکھتی ہے اور اپنے جواز وجود کے لیے کسی کی محتاج نہیں ہوتی۔ سائنس کا علم خواہشات، مفادات اور امیدوں سے تخلیق ہوتا ہے، اس لیے Popper اس علم کو pure subjective factors پر مشتمل علم قرار دیتا ہے۔ اس موضوعی علم [Subjective Knowledge] سے معروضی علم قرآن کا اثبات کرنا اور یہ کہنا کہ معروض وموضوع میں کوئی تضاد نہیں ہوسکتا کمال سادگی کے سوا کیا ہے؟ علم وہ ہے جو مفروضات سے ماورا [pre -suppositionless] ہو، سائنسی علم تمام تر مفروضات پر مبنی ہے۔ اس سلسلے میں نائیک صاحب اگر ہزرل کے یورپین سائنس پر اعتراضات اس کی کتاب *The Crises of European Sciences* میں پڑھ لیں تو ان کے بہت سے واہمے دور ہو جائیں گے۔ لہٰذا سائنس علم کے دائرے میں نہیں آتی جبکہ قرآن علم بھی ہے، علمِ حقیقت بھی اور اصل علم تو حقیقت کا علم ہی ہے، اسی علمِ حقیقی کو جو خالقِ حقیقی نے وحی کے ذریعے عطا کیا سائنسی، ظنی، قیاسی اور غیر قطعی علم سے اس کا موازنہ بہت بڑا ظلم ہے۔ پاپر کا موقف درج ذیل ہے، خط کشیدہ سطور کو نہایت توجہ سے پڑھنے کی ضرورت ہے:

As Popper represents it, the central problem in the philosophy of science is that of demarcation, i.e., of distinguishing between science and what he terms 'non-science', under which heading he ranks, amongst others, logic, metaphysics, psycho-analysis, and Adler's individual psychology. Popper is unusual amongst contemporary philosophers in that he *accepts* the validity of the Humean critique of Induction, and indeed, goes beyond it in arguing that induction is never actually used by the scientist. However, he does not concede that this entails the scepticism which is associated with Hume, and argues that the Baconian/Newtonian insistence on the primacy of 'pure' observation, as the initial step in the formation of theories, is completely misguided: all observation is selective and theory-laden—there are no pure or theory-free observations.

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

In this way he de-stabilises the traditional view that science can be distinguished from non-science on the basis of its inductive methodology; in contradistinction to this, Popper holds that there is no unique methodology specific to science. Science, like virtually every other human, and indeed organic, activity, Popper believes, consists largely of problem-solving.

Popper, then, repudiates induction, and rejects the view that it is the characteristic method of scientific investigation and inference, and substitutes *falsifiability* in its place. It is easy, he argues, to obtain evidence in favour of virtually any theory, and he consequently holds that such 'corroboration', as he terms it, should count scientifically only if it is the positive result of a genuinely 'risky' prediction, which might conceivably have been false. For Popper, a theory is scientific only if it is refutable by a conceivable event. Every genuine test of a scientific theory, then, is logically an attempt to refute or to falsify it, and one genuine counter-instance falsifies the whole theory. In a critical sense, Popper's theory of demarcation is based upon his perception of the logical asymmetry which holds between verification and falsification: it is logically impossible to conclusively verify a universal proposition by reference to experience (as Hume saw clearly), but a single counter-instance conclusively falsifies the corresponding universal law. In a word, an exception, far from 'proving' a rule, conclusively refutes it.

Every genuine scientific theory then, in Popper's view, is *prohibitive*, in the sense that it forbids, by implication, particular events or occurrences. As such it can be tested and falsified, but never logically verified. Thus Popper stresses that it should not be inferred from the fact

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

that a theory has withstood the most rigorous testing, for however long a period of time, that it has been verified; rather we should recognise that such a theory has received a high measure of corroboration and may be provisionally retained as the best available theory until it is finally falsified (if indeed it is ever falsified), and/or is superseded by a better theory.

Popper has always drawn a clear distinction between the *logic* of falsifiability and its *applied methodology*. The logic of his theory is utterly simple: if a single ferrous metal is unaffected by a magnetic field it cannot be the case that all ferrous metals are affected by magnetic fields. Logically speaking, a scientific law is conclusively falsifiable although it is not conclusively verifiable. Methodologically, however, the situation is much more complex: no observation is free from the possibility of error—consequently we may question whether our experimental result was what it appeared to be.

Thus, while advocating falsifiability as the criterion of demarcation for science, Popper explicitly allows for the fact that in practice a single conflicting or counter-instance is never sufficient methodologically to falsify a theory, and that scientific theories are often retained even though much of the available evidence conflicts with them, or is anomalous with respect to them. Scientific theories may, and do, arise genetically in many different ways, and the manner in which a particular scientist comes to formulate a particular theory may be of biographical interest, but it is of no consequence as far as the philosophy of science is concerned. Popper stresses in particular that there is no unique way, no single method such as induction, which functions as the route to scientific theory, a view which Einstein personally endorsed with his affirmation that 'There

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

is no logical path leading to [the highly universal laws of science]. They can only be reached by intuition, based upon something like an intellectual love of the objects of experience'. Science, in Popper's view, starts with problems rather than with observations—it is, indeed, precisely in the context of grappling with a problem that the scientist makes observations in the first instance: his observations are selectively designed to test the extent to which a given theory functions as a satisfactory solution to a given problem.

On this criterion of demarcation physics, chemistry, and (non-introspective) psychology, amongst others, are sciences, psycho-analysis is a pre-science (i.e., it undoubtedly contains useful and informative truths, but until such time as psycho-analytical theories can be formulated in such a manner as to be falsifiable, they will not attain the status of scientific theories), and astrology and phrenology are pseudo-sciences. Formally, then, Popper's theory of demarcation may be articulated as follows: where a 'basic statement' is to be understood as a particular observation-report, then we may say that a theory is scientific if and only if it divides the class of basic statements into the following two non-empty sub-classes: (a) the class of all those basic statements with which it is inconsistent, or which it prohibits—this is the class of its potential falsifiers (i.e., those statements which, if true, falsify the whole theory), and (b) the class of those basic statements with which it is consistent, or which it permits (i.e., those statements which, if true, corroborate it, or bear it out).

For Popper accordingly, the growth of human knowledge proceeds from our problems and from our attempts to solve them. These attempts involve the

☆الولاية الخاصة اقوى من الولاية العامه ☆ ولایت خاصہ ولایت عامہ کی نسبت قوی ہوتی ہے☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

formulation of theories which, if they are to explain anomalies which exist with respect to earlier theories, must go beyond existing knowledge and therefore require a leap of the imagination. For this reason, Popper places special emphasis on the role played by the independent creative imagination in the formulation of theory. The centrality and priority of *problems* in Popper's account of science is paramount, and it is this which leads him to characterise scientists as 'problem-solvers'. Further, since the scientist begins with problems rather than with observations or 'bare facts', Popper argues that the only logical technique which is an integral part of scientific method is that of the deductive testing of theories which are not themselves the product of any logical operation. In this deductive procedure conclusions are inferred from a tentative hypothesis. These conclusions are then compared with one another and with other relevant statements to determine whether they falsify or corroborate the hypothesis. Such conclusions are not directly compared with the facts, Popper stresses, simply because there are no 'pure' facts available; all observation-statements are theory-laden, and are as much a function of purely subjective factors (interests, expectations, wishes, etc.) as they are a function of what is objectively real.

How then does the deductive procedure work? Popper specifies four steps:

(a) The first is *formal*, a testing of the internal consistency of the theoretical system to see if it involves any contradictions.

(b) The second step is *semi-formal*, the axiomatising of the theory to distinguish between its empirical and its logical elements. In performing this step the scientist makes the logical form of the theory explicit. Failure to

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

do this can lead to category-mistakes____ the scientist ends up asking the wrong questions, and searches for empirical data where none are available. Most scientific theories contain analytic (i.e., a priori) and synthetic elements, and it is necessary to axiomatise them in order to distinguish the two clearly.

(c) The third step is the comparing of the new theory with existing ones to determine whether it constitutes an advance upon them. If it does not constitute such an advance, it will not be adopted. If, on the other hand, its explanatory success matches that of the existing theories, and additionally, it explains some hitherto anomalous phenomenon, or solves some hitherto unsolvable problems, it will be deemed to constitute an advance upon the existing theories, and will be adopted. Thus science involves theoretical progress. However, Popper stresses that we ascertain whether one theory is better than another by deductively testing both theories, rather than by induction. For this reason, he argues that a theory is deemed to be better than another if (while unfalsified) it has greater empirical content, and therefore greater predictive power than its rival. The classic illustration of this in physics was the replacement of Newton's theory of universal gravitation by Einstein's theory of relativity. This elucidates the nature of science as Popper sees it: at any given time there will be a number of conflicting theories or conjectures, some of which will explain more than others. The latter will consequently be provisionally adopted. In short, for Popper any theory X is better than a 'rival' theory Y if X *has greater empirical content, and hence greater predictive power, than* Y.

☆من استعجل الشيئ قبل اوانه عوقب مجرمانه☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(d) The fourth and final step is the testing of a theory by the empirical application of the conclusions derived from it. If such conclusions are shown to be true, the theory is corroborated (but never verified). If the conclusion is shown to be false, then this is taken as a signal that the theory cannot be completely correct (logically the theory is falsified), and the scientist begins his quest for a better theory. He does not, however, *abandon* the present theory until such time as he has a better one to substitute for it. More precisely, the method of theory-testing is as follows: certain singular propositions are deduced from the new theory-these are predictions, and of special interest are those predictions which are 'risky' [in the sense of being intuitively implausible or of being startlingly novel] and experimentally testable. From amongst the latter the scientist next selects those which are not derivable from the current or existing theory-of particular importance are those which contradict the current or existing theory. He then seeks a decision as regards these and other derived statements by comparing them with the results of practical applications and experimentation. If the new predictions are borne out, then the new theory is *corroborated* [and the old one falsified], and is adopted as a working hypothesis. If the predictions are not borne out, then they falsify the theory from which they are derived. Thus Popper retains an element of empiricism: for him scientific method does involve making an appeal to experience. But unlike traditional empiricists, Popper holds that experience cannot *determine* theory, it rather *delimits* it: it shows which theories are false, not which theories are true. Moreover, Popper also rejects

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

the empiricist doctrine that empirical observations are, or can be, infallible, in view of the fact that they are themselves theory-laden.

The general picture of Popper's philosophy of science, then is this: Hume's philosophy demonstrates that there is a contradiction implicit in traditional empiricism, which holds both that all knowledge is derived from experience and that universal propositions (including scientific laws) are verifiable by reference to experience. The contradiction, which Hume himself saw clearly, derives from the attempt to show that, notwithstanding the open-ended nature of experience, scientific laws may be construed as empirical generalisations which are in some way finally confirmable by a 'positive' experience. Popper eliminates the contradiction by rejecting the first of these principles and removing the demand for empirical verification in favour of empirical falsification in the second. Scientific theories, for him, are not inductively inferred from experience, nor is scientific experimentation carried out with a view to verifying or finally establishing the truth of theories; rather, all knowledge is provisional, conjectural, hypothetical-we can never finally prove our scientific theories, we can merely (provisionally) confirm or (conclusively) refute them; hence at any given time we have to choose between the potentially infinite number of theories which will explain the set of phenomena under investigation. Faced with this choice, we can only eliminate those theories which are demonstrably false, and rationally choose between the remaining, unfalsified theories. Hence Popper's emphasis on the importance of the critical spirit to science ___ for him critical thinking is the very essence of rationality. For it is only by critical thought that we can

☆ جس نے قبل از وقت کسی شی کے حصول کی کوشش کی اسے اس سے محرومی کی سزا دی جائے گی ☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

eliminate false theories, and determine which of the remaining theories is the best available one, in the sense of possessing the highest level of explanatory force and predictive power. It is precisely this kind of critical thinking which is conspicuous by its absence in contemporary Marxism and in psychoanalysis.

How then can one be certain that one is questioning the right thing? The Popperian answer is that we cannot have absolute certainty here, but repeated tests usually show where the trouble lies. Even observation statements, Popper maintains, are fallible, and science in his view is not a quest for certain knowledge, but an evolutionary process in which hypotheses or conjectures are imaginatively proposed and tested in order to explain facts or to solve problems. Popper emphasises both the importance of questioning the background knowledge when the need arises, and the significance of the fact that observation-statements are theory-laden, and hence fallible. For while falsifiability is simple as a logical principle, in practice it is exceedingly complicated-no single observation can ever be taken to falsify a theory, for there is always the possibility (a) that the observation itself is mistaken, or (b) that the assumed background knowledge is faulty or defective.

Popper was initially uneasy with the concept of truth, and in his earliest writings he avoided asserting that a theory which is corroborated is true-for clearly if every theory is an open-ended hypothesis, as he maintains, *then ipso facto* it has to be at least potentially false. For this reason Popper restricted himself to the contention that a theory which is falsified is false and is known to be such, and that a theory which replaces a falsified theory (because it has a higher empirical content than the latter, and explains what

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

has falsified it) is a 'better theory' than its predecessor. However, he came to accept Tarski's reformulation of the correspondence theory of truth, and in Conjectures and Refutations (1963) he integrated the concepts of truth and content to frame the metalogical concept of 'truthlikeness' or 'verisimilitude'. A 'good' scientific theory, Popper thus argued, has a higher level of verisimilitude than its rivals, and he explicated this concept by reference to the logical consequences of theories. A theory's content is the totality of its logical consequences, which can be divided into two classes: there is the *'truth-content'* of a theory, which is the class of true propositions which may be derived from it, on the one hand, and the *'falsity-content'* of a theory, on the other hand, which is the class of the theory's false consequences (this latter class may of course be empty, and in the case of a theory which is true is necessarily empty).

The utilisation of either method of computing verisimilitude shows, Popper held, that even if a theory t2 with a higher content than a rival theory t1 is subsequently falsified, it can still legitimately be regarded as a better theory than t1, and 'better' is here now understood to mean t2 is closer to the truth than t1. Thus scientific progress involves, on this view, the abandonment of partially true, but falsified, theories, for theories with a higher level of verisimilitude [not absolute علم مطلق نہیں اغلب، قرین قیاس، بہ ظاہر صحیح] [مرتب، i.e., which approach more closely to the truth]. In this way, verisimilitude allowed Popper to mitigate what many saw as the pessimism of an anti-inductivist philosophy of science which held that most, if not all scientific theories are false, and that a true theory, even if discovered, could not be known to be such. With the introduction of the new concept, Popper was able to represent this as an essentially optimistic

☆اعمال الکلام اولی من اھمالہ ☆ کلام پر عمل کرنا اسے مہمل چھوڑنے کی نسبت اولیٰ ہے☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

position in terms of which we can legitimately be said to have reason to believe that science makes progress towards the truth through the falsification and corroboration of theories. Scientific progress, in other words, could now be represented as progress towards the truth, and experimental corroboration could be seen an indicator of verisimilitude.[1]

قرآن کی جدید سائنس کے ذریعے تصدیق یا تغلیط: گمراہ کن تصور:

نائیک صاحب کہتے ہیں:

"کوئی ایک شخص بھی ایسا نہیں ہوگا جو قرآن کے کسی ایک بیان کو بھی جدید سائنس کی روشنی میں غلط ثابت کرسکے"۔[۲]

خدا موجود ہے، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے آخری رسول ہیں، قرآن اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ کلام ہے، جنت وجہنم وجود رکھتے ہیں، انسان جو کچھ انفاق کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں جمع ہوتا ہے، اللہ انسان کی ایک ایک حرکت کا علم رکھتا ہے، ارحام میں کیا پرورش پا رہا ہے، خدا سب جانتا ہے، وہ دلوں کے راز تک جان لیتا ہے، ان قرآنی بیانات کو نائیک صاحب جدید سائنس کی روشنی میں ثابت کرکے دکھادیں۔ قرآن مجید کے بے شمار احکامات و بیانات مافوق الحسی، مابعد الطبیعی اور روحانی احوال و کیفیات سے تعلق رکھتے ہیں، جس کا سائنسی دائرۂ کار سے کوئی تعلق نہیں ہے جس دائرۂ کار کی دلالت ہی طبیعی ہو، وہاں مابعد الطبیعی دلالت کی تلاش بے معنی بات ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سائنس کے پاس عقل محض [Pure reason] ہے جو حسی اور طبیعی دنیا سے اوپر اٹھنے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔ سائنس صرف تعقل پر انحصار کرتی ہے جو علم کو کُل [Whole] میں دیکھنے سے قاصر ہے لہٰذا عقل کے ذریعے جزئی علم کا بھی ایک کم تر جزو ہی حاصل ہوتا ہے۔ برگساں نے اس سلسلے میں وجدان کے بغیر عقل حواس، تجربات اور مشاہدات سے حاصل علم کو غیر حقیقی اور ناممکن قرار دینے کے لیے جو مثالیں دی ہیں اگر نائیک صاحب انھیں پڑھ لیں تو حیران رہ جائیں، برگساں اس صدی کے بڑے مابعد

1. From Stanford Encyclopedia Archives of Philosophy: Karl Popper. at plato. stanford.edu/entries/Popper on 30-8-09

۲۔ خطبات ذاکر نائیک، صفحہ ۱۱۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

الطبیعی فلاسفہ [Great Metaphysicions] میں شامل ہے، وہ سائنس پر عبور رکھتا تھا اور فلسفی بھی تھا اس نے مغربی تہذیب میں سائنس کے بڑھتے ہوئے رسوخ کا مشاہدہ اپنی آنکھوں سے کیا تھا اور اپنے دلائل سے عقلی علوم کو ادھیڑ کر رکھ دیا۔ محدود عقل ان مابعد الطبیعی امور تک نہیں پہنچ سکتی، لیکن وہ عقل جو قلب سے واصل ہو اور ایک دوسرے منہاج علم اور مابعد الطبیعیات سے نکلتی ہے وہ ان امور کو اپنی گرفت میں لا سکتی ہے۔ محبت ایک جذبہ ہے جس کے وجود سے ہر شخص آگاہ ہے لیکن سائنسی منہاج علم میں محبت کو ثابت نہیں کیا جا سکتا، محبت کے جذبے کا ریاضیاتی جائزہ نہیں لیا جا سکتا کہ کتنی محبت، کس سے محبت، کیسی محبت، کب تک محبت، سائنس محبت کے کیف وکم اور دورانیے کو محسوس کرنے کی سکت ہی نہیں رکھتی، مگر اس جذبے سے انکار بھی ممکن نہیں، سائنس یہ کہتی ہے کہ ہم اسے اپنی زبان میں بیان نہیں کر سکتے لہٰذا محبت سائنسی دائرۂ علم سے خارج قرار پاتی ہے۔ فی زمانہ سائنس کو ہی ذریعۂ علم مانا جاتا ہے لہٰذا صرف وہی امور علم تسلیم کیے جاتے ہیں جو حسی اور تجربی طریقے سے ثابت کیے جا سکیں۔ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ کا ذکر تقریباً ۹۸۰ آیات میں ہے، السماء اور سموات کا ذکر ۱۲۰ اور ۱۹۰ آیات میں ہے، صلوٰۃ کا ذکر ۶۷ مقامات پر، رسول، پیغمبر اور انبیاء کا ذکر ۵۰۰ سے زائد مقامات پر، جنت ۷۰ مرتبہ، جہنم ۶۴ مرتبہ، جنات ۷۰ مرتبہ، آخرت ۱۹۹ مرتبہ، قیامت ۶۶ مرتبہ، الکتاب ۲۱۸ مرتبہ اور دیگر بے شمار ایسی اصطلاحات کا تذکرہ ہے جو سائنسی منہاج علم کے دائرے سے باہر ہیں۔ تو کیا سائنس ان اصطلاحات کو تسلیم کرتی ہے؟ ظاہر ہے سائنس ان کا انکار کرتی ہے، قرآن کو اور اس کے بیان کردہ واقعات کو علم اور دائرۂ علم سے باہر سمجھ کر انھیں غیر سائنسی بیانات قرار دیتی ہے کیونکہ سائنسی علم کے مبادیات ایسے دعووں کو تسلیم نہیں کرتے جن کا تجربہ [experience] نہ کیا جا سکے، جن کی تردید [Falsify/Refute] نہ کی جا سکے، جن میں شک [doubt] نہ کیا جا سکے، جن کو تجربہ گاہ میں پرکھا [Laboratory experement] نہ جا سکے اور ریاضی کی زبان [Mathematical Language] میں بیان نہ کیا جا سکے لہٰذا یہ تمام آیات غیر سائنسی ہیں۔

قرآن مجید کے کسی بیان کا جدید سائنس کی روشنی میں اثبات یا استرداد کا دعویٰ، ایک لغو اور مہمل بات ہے۔ اس موقف کی مزید تفصیل کے لیے دیکھیے مثلاً قرآن مجید کے بارے میں آتا ہے کہ اسے جبرئیل امین لے کر قلب محمدیؐ پر نازل ہوئے جدید سائنس نزول قرآن کے اس طریقے کو نہیں مان سکتی، اسی طرح جنت وجہنم کا وجود وہاں کی نعمتوں اور کلفتوں کا تذکرہ درج ذیل مقامات پر قرآن

☆ الضرر یزال ☆ ضرر (نقصان) کا ازالہ کیا جائے گا ☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نے نہایت شرح وبسط کے ساتھ بیان کیا ہے: ۲:۸۲، ۲:۲۶۶، ۳:۱۸۵، ۳:۱۴۲، ۲۹:۸۵، ۲۶، ۳۶:۲۶، ۳۹:۷۳، ۶:۴۷، ۶۹:۲۲، ۸۸:۱۰، اسی طرح دو جنتوں کا ذکر: ولمن خاف مقام ربہ جنتان ۵۵:۴۶، ۵۵:۱۵، ۳۴:۶۲، ۵۵، اسی طرح مومنین کے نفسوں کو جنت کے بدلے خرید لینے کا قرآنی دعویٰ: ان اللّٰہ اشتری من المومنین انفسھم و اموالھم بان لھم الجنۃ [۹:۱۱۱]، جدید سائنس ایسے کسی دعوے کو تسلیم نہیں کرتی۔ اسی طرح خشیت الٰہی، اس کی طلب، رغبت، اہمیت کی جو تفصیل قرآن کے درج ذیل مقامات میں بیان ہوئی ہے: ۲۴:۵۲، ۲:۷۴، ۲۰:۲، ۲۰:۳، ۲۰:۴۴، ۲۸:۳۵، ۲۶، ۹:۷۹، ۸۔۹:۸۰، ۴:۷۷، ۱۷:۱۰۹، ۵۹:۲۱، ۲۳:۲، ۳۵:۱۸، ۳۹:۲۳، ۶۸:۴۳، ۴۴، ۷۰:۲۷، ۴۱:۳۹، ۹:۷۹، ۸۸:۲، ۹۸:۸، جدید سائنس خشیت کی کسی ایسی کیفیت کو تسلیم نہیں کرتی، اسی طرح سود کے بارے میں قرآن کا یہ دعویٰ کہ سود سے مال اللہ کی نظر میں نہیں بڑھتا: وما اتیتم من ربا لیربوا فی اموال الناس فلا یربوا عنداللہ جدید سائنس کے نزدیک یہ دعویٰ مہمل ہے۔ اسی طرح ذکر الٰہی میں دلوں کا سکون اور اطمینان ہے [۱۳:۲۸]، مومنین کے قلوب پر نزولِ سکینہ [۹:۲۶]، [۹:۴۰]، [۴۸:۲۶]، اسی طرح دلوں میں زنگ لگنا، قفل لگنا، غلاف چڑھنا، دلوں کو ہدایت ملنا، اس پر ٹھپہ لگنا، دلوں کا مُزّین ہونا ملاحظہ کیجیے: ۲:۲۸۳، ۴۰:۳۵، ۶۴:۱۱، ۸، ۳۵:۸، اسی طرحِ قرآن وحی کو ''علم'' کہتا ہے ۲:۷۸، ۲:۲۵۱، ۳:۷، ۴:۱۶۲، ۲:۱۷۹، ۲:۱۹۸، ۱۲:۱۱۱، ۱۳:۱۹، ۱۴:۵۲، ۴۰:۵۴، ۶۵:۱۰، جبکہ جدید سائنس وحی کو کسی درجے میں بھی ذریعۂ علم قرار نہیں دیتی۔

اسی طرح ناقۂ صالح کی خصوصیات، قمیص یوسف کے اوصاف، معجزاتِ موسیٰ میں عصا کا سانپ بن جانا، جادوگروں سے مقابلہ کرنا، ید بیضا، پانی پھٹ جانا، حضرت یونس کا مچھلی کے پیٹ سے زندہ نکل آنا، فی الفور سایہ دار درخت کا اُگنا غرض بے شمار مابعد الطبیعی حقائق جو محض مادی حسی، طبعی، عقل وشعور کے لیے ناقابلِ تسلیم مباحث ہیں قرآن میں کثرت سے بیان کیے گئے ہیں جن کی تردید یا تغلیط سائنس کا دائرہ ہی نہیں لیکن سائنسی دائرے میں اسے علم تسلیم نہیں کیا جاتا۔ نائیک صاحب کا یہ دعویٰ کہ قرآن میں سائنسی غلطیوں کا امکان نہیں ایک مہمل اور بے معنی دعویٰ ہے۔

قرآن میں آتا ہے: اِنۡطَلِقُوۡۤا اِلٰی ظِلٍّ ذِیۡ ثَلٰثِ شُعَبٍ [۳۰:۷۷] ''چلو اس سائے کی طرف جو تین شاخوں والا ہے''، جدید سائنس ایسے کسی سائے کو نہیں مانتی۔ قرآن میں جگہ جگہ

☆ ماحرم اخذہ حرم اعطاؤہ ☆ جس چیز کا لینا حرام ہے اس کا دینا بھی حرام ہے۔ ☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آسمان اور سات آسمان کا ذکر کیا گیا ہے۔ سائنس کسی آسمان کو نہیں مانتی۔ وہ کہتی ہے کہ اوپر صرف خلائے بسیط محیط ہے اس کے سوا کچھ نہیں ہے۔ قرآن میں تقریباً تین سو اٹھارہ آیات میں آسمان دنیا کا ذکر کیا گیا۔ سائنس ان تین سو اٹھارہ آیتوں کا انکار کرتی ہے۔ نائیک صاحب کے پاس اس کا کیا جواب ہے؟ قرآن میں سورج کا ذکر بار بار آیا ہے لیکن عموماً اسی سورج کا ذکر ہے جو لوگوں کو نظر آتا ہے اور لوگ سمجھتے ہیں کہ دنیا میں بس ایک ہی سورج ہے لیکن حقیقت میں ہر سیارے میں کئی سورج گردش کر رہے ہیں، اس کی تفصیل جاننے کے لیے Black holes سے متعلق سائنسی مباحث کا مطالعہ کیا جائے۔ قرآن میں صرف ایک چاند کا ذکر ہے جبکہ تمام سیاروں کے اپنے اپنے کئی چاند ہیں تو خدانخواستہ قرآن میں صرف ایک چاند اور سورج کے ذکر کا یہ مطلب ہے کہ، نعوذ باللہ، اللہ تعالیٰ اپنی کائنات سے خود ناواقف ہے؟ دوسرے لفظوں میں قرآن کی یہ تمام آیات بھی جدید سائنس کے مطابق نہیں ہیں۔ کیونکہ قرآن آسمان دنیا کے صرف ایک سورج کا ذکر کر رہا ہے سورج کا ذکر قرآن میں تقریباً تینتیس مرتبہ آیا ہے۔ لہٰذا نائیک صاحب کے اصول کے تحت یہ ۳۳ آیات بھی ادھورے سائنسی علم کی طرف رہنمائی کرتی ہیں۔ یہ بات تو قرآن کے بغیر بھی دنیا کا ہر آدمی اپنے مشاہدے سے بیان کر سکتا ہے کہ آسمان پر صرف اور صرف ایک سورج موجود ہے، لیکن ایک سورج یعنی آسمان دنیا پر چمکنے والے شمس کا قرآن میں ذکر کرنے کی ضرورت ہی نہیں کہ وہ ہر ایک کو نظر آرہا ہے۔ یہ ازل سے ابد تک کے تمام انسانوں کا اجتماعی، آفاقی اور معروضی مشاہدہ ہے۔ اس ایک سورج کے ہوتے کے لیے قرآن کی پینتیس آیات کی کوئی ضرورت نہ تھی نہ سائنس کی سند کی ضرورت۔

ظاہر ہے یہاں سورج کے ذکر کا مقصد نظام شمسی اور علم فلکیات کا بیان نہیں بلکہ لوگوں کو ایک آفاقی و معروضی تجربے کے ذریعے خالق کائنات کی خلاقیت کی طرف متوجہ کرنا مقصود ہے نہ کہ سورجوں کی تعداد کے علم کی طرف، اگر قرآن علمِ سائنس کی رہنما کتاب تھی جیسا کہ نائیک صاحب کا خیال ہے تو اس میں دیگر سورجوں اور چاندوں کا ضمناً یا تفصیل سے ذکر ضروری تھا، یا کم از کم ان کی تعداد کے بارے میں کوئی اشارہ یا کنایہ ہوتا۔

حضرت زکریا علیہ السلام نے فرشتے سے فرمایا کہ وہ بوڑھے اور ان کی اہلیہ بانجھ ہیں پھر بھلا میرے ہاں لڑکا کہاں سے ہوگا: یٰمَرْیَمُ اقْنُتِیْ لِرَبِّکِ وَ اسْجُدِیْ وَ ارْکَعِیْ مَعَ الرّٰکِعِیْنَ [۳:۴۳] لیکن اللہ نے انھیں بیٹا عطا کر دیا۔ حضرت ابراہیم کو بھی اسی طرح آخر عمر میں اولاد عطا کی

☆ الضرر لا یزال بالضرر ☆ نقصان کا ازالہ نقصان سے نہیں کیا جائے گا ☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

گئی۔ جدید سائنس قرآن کی ان دونوں آیتوں کو تسلیم نہیں کرتی کیونکہ وہ صرف اور صرف علت و معلول کے مفروضے پر یقین رکھتی ہے۔ بانجھ عورت کا علاج کے بغیر بچہ پیدا کرنا یا مطلق بوڑھی بانجھ کا علاج کے بعد بھی بچہ پیدا کرنا جدید سائنس کی نظر میں ممکن نہیں تو کیا قرآن کی یہ آیات غلط ہیں؟ قرآن میں آیات متشابہات کے بارے میں کہا گیا: هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلَیْکَ الْکِتٰبَ مِنْهُ اٰیٰتٌ مُّحْکَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْکِتٰبِ وَ اُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَ ابْتِغَآءَ تَاْوِیْلِهٖ وَ مَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ م وَ الرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَ مَا یَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ [۳:۷] کہ ان کا مفہوم اللہ کے سوا کوئی نہیں جان سکتا اور اہل علم یہی کہتے ہیں کہ ہمارا ان پر ایمان ہے۔ ایسی آیات کی تعداد اچھی خاصی ہے جن آیات کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے خود فرما دیا کہ ان کا حقیقی مفہوم کوئی نہیں جانتا تو سائنس کے دائرے سے یہ آیتیں بھی باہر رہ گئیں اگر جدید سائنس آیات متشابہات کا مفہوم بتاسکتی ہے [نعوذ باللہ] تو اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کا بیان خود اپنے بارے میں درست نہیں ہے۔ ان آیتوں کے بارے میں نائیک صاحب کونسی عقلی و علمی، اور منطقی دلیل لوگوں کو سمجھانے کے لیے دے سکتے ہیں؟ ان آیتوں پر تو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ایمان لانا ہوگا یہاں سائنسی، کلامی اور عقلی دلیلیں ناکام ہو جائیں گی، اسی طرح: اَوْ كَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰی قَرْیَةٍ وَّ هِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰی عُرُوْشِهَا قَالَ اَنّٰی یُحْیٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ قَالَ لَبِثْتُ یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰی طَعَامِكَ وَ شَرَابِكَ لَمْ یَتَسَنَّهْ وَ انْظُرْ اِلٰی حِمَارِكَ وَ لِنَجْعَلَكَ اٰیَةً لِّلنَّاسِ وَ انْظُرْ اِلَی الْعِظَامِ كَیْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَهٗ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ [۲:۲۵۹] قرآن کے مطابق ایک آدمی سو برس تک بغیر کھائے پیے مردہ پڑا رہا، اس کا کھانا سو برس تک ٹھیک رہا خراب نہ ہوا، جب اللہ نے اسے سو برس کے بعد زندہ کیا تو اس کا گدھا مردہ اور پنجر تھا پھر اس کے سامنے گدھے کو بھی زندہ کر دیا اور اس آدمی کو بتایا کہ اس طرح اللہ تعالیٰ مردے کو زندہ کرے گا، کیا جدید سائنس اس آیت کو تسلیم کرے گی؟ کوئی سائنس دان سائنسی منہاج میں ان آیات کو تسلیم نہیں کرے گا، اسی طرح: وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِیْ كَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی قَالَ اَوَ لَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰی وَ لٰكِنْ لِّیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ قَالَ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَيْکَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰی کُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءً ا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَاْتِيْنَکَ سَعْيًا وَّ اعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَکِيْمٌ [۲۶۰:۲] قرآن بتاتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چار پرندے ٹکڑے ٹکڑے کر کے پہاڑ پر رکھ دیے اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ زندہ ہو گئے۔ جدید سائنس ایسے کسی بیان کو تسلیم نہیں کرتی۔ کیا نائیک صاحب جدید سائنس سے اس آیت کو ثابت کر سکتے ہیں؟ کیا مباہلے کے ذریعے کسی انسان کی موت واقع ہو سکتی ہے؟ سائنس اسے تسلیم نہیں کرتی، مگر قرآن اس کو دین حق کے ثبوت کے طور پر پیش کرتا ہے: فَمَنْ حَآجَّکَ فِيْهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَکَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَ اَبْنَآءَکُمْ وَ نِسَآءَنَا وَ نِسَآءَکُمْ وَ اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَکُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَی الْکٰذِبِيْنَ [۶۱:۳] تو کیا موت Cause اور Effect کے بجائے صرف دعا کے ذریعے آ سکتی ہے؟ جدید سائنس اس آیت کو نہیں مانتی۔ حضرت مریم علیہا السلام کے یہاں پیدائش بغیر مرد کے لمس کے ہوئی جدید سائنس اسے تسلیم نہیں کرتی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دہکتی ہوئی آگ میں پھینکا گیا مگر اللہ کے حکم سے وہ آگ گلزار خلیل میں تبدیل ہو گئی۔ جدید سائنس اس آیت کو نہیں مانتی آگ کا کام جلانا ہے یہ کیسے ممکن ہے کہ آگ ٹھنڈی ہو جائے اور گلزار میں تبدیل ہو جائے؟

سورج کا محو سفر ہونا، سائنسی تحقیق کے خلاف ہے:

سورۂ یاسین کی آیت ہے: وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذٰلِکَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ [۳۸:۳۶] "اور سورج اپنے مقرر رستے پر چلتا رہتا ہے یہ [اللہ] غالب اور دانا کا [مقرر کیا ہوا] اندازہ ہے"۔ سورج اپنے مستقر کی طرف چلا جا رہا ہے یعنی سورج محو سفر ہے، گردش میں ہے، جدید سائنس اس آیت کو نہیں مانتی اس کا کہنا ہے کہ زمین گردش کرتی ہے اور سورج ساکن ہے، قرآن کہتا ہے کہ سورج غروب ہو جاتا ہے سائنس غروب آفتاب کو تسلیم نہیں کرتی، سورج مشرق سے نکلتا اور مغرب میں غروب ہوتا ہے یہ ہر شخص کا مشاہدہ ہے لیکن سائنس اسے تسلیم نہیں کرتی۔ ہر شخص آنکھ سے آسمان دیکھ رہا ہے سائنس آسمان کے وجود کو تسلیم نہیں کرتی، مسئلہ یہ ہے کہ قرآن سائنس کی کتاب نہیں ہے۔ وہ لوگوں کے عام مشاہدات کی بنیاد پر ان سے ہم کلام ہوتی ہے۔ انسانی آنکھ، حواس اور مشاہدات جن آثار کائنات کو جس طرح گرفت میں لے سکتے ہیں وہ ان کی بنیاد پر ان سے

☆ التاسیس خیر من التاکید ☆ تاسیس تاکید کی نسبت بہتر ہوتی ہے ☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کلام کرتی ہے، ہر شخص سورج کو گھومتے ہوئے دیکھتا ہے لیکن زمین کی گردش محسوس نہیں کرتا۔ سورج کو غروب ہوتے ہوئے دیکھتا ہے جبکہ سورج غروب نہیں ہوتا چکر کاٹ کر کہیں اور منتقل ہو جاتا ہے، اسے آنکھ سے آسمان دکھائی دیتا ہے خواہ سائنس اسے مانے یا نہ مانے، قرآن انسانی آنکھ کے مشاہدات کی بنیاد پر لوگوں سے کلام کررہا ہے آپ یہاں سائنس کو لے آتے ہیں۔ دنیا کی کوئی زبان ایسی نہیں جو آسمان کے لفظ کو سموتے سے انکار کردے اور کوئی انسان ایسا نہیں جو یہ کہہ دے کہ سورج اس وقت موجود ہے غروب نہیں ہوا۔ کیونکہ اگر سورج موجود ہے تو چاند ظہور نہیں کرسکتا چاند اسی وقت نمودار ہوگا جب سورج غروب ہوجائے گا یہ عالمی، آفاقی اور معروضی تجربہ ہے۔ قرآن کو سائنسی کتاب ثابت کرنے کا انجام یہی ہوتا ہے۔

تشریح قرآنی کا حق اولین مخاطبین کو نہیں: ذاکر نائیک:

قرآنی آیات کے معنی کے بارے میں ذاکر نائیک کی دلیل یہ ہے کہ:

"کسی کتاب کا مطالعہ کرتے ہوئے الفاظ کے وہی معنیٰ سامنے رکھنے چاہئیں جو اس وقت مراد لیے جاتے تھے جب کتاب تحریر ہوئی تھی یا وہی معنیٰ قبول کرنے چاہیں جو معنی اولین مخاطبین کے نزدیک درست تھے۔ لیکن یہ بیان صرف بائبل کے بارے میں درست ہے کیونکہ اس کے مخاطبین صرف اسی دور کے لوگ تھے، قرآن کا معاملہ مختلف ہے قرآن صرف اُس دور کے عربوں کے لیے نازل نہیں ہوا تھا قرآن کا پیغام صرف مسلمانوں کے لیے بھی نہیں ہے یہ تو پوری انسانیت کے لیے ہدایت ہے[۱]۔۔۔۔آپ قرآنی الفاظ کے معنی کو قطعاً اس دور تک محدود نہیں کرسکتے جس دور میں یہ نازل ہوا تھا"۔[۲]

یہ واقعی غلط بات ہے!

نائیک صاحب کے اس طرز استدلال کی تفہیم یہ ہے کہ "قرآن کے اولین مخاطب رسول

۱۔ ایضاً، صفحہ ۵۳۔ ۲۔ ایضاً، صفحہ ۵۴۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام تھے انھوں نے قرآن کے جو معنی بیان کیے وہ عہد حاضر کے لیے حتمی، قطعی، لازمی اور حجت نہیں۔ عہد حاضر میں تفسیر ماثور غیر معتبر اور قطعاً نا قابل قبول ہے، کیونکہ رسالت مآبؐ اور صحابہ کرام سترہویں صدی کے بعد ہونے والی جدید سائنسی ترقی کے نتائج سے ناواقف تھے وہ قرآن کی کئی سو آیات کے مطالب کا مفہوم زمان و مکان کی قید کے باعث سمجھنے سے عاجز و قاصر تھے۔ نائیک صاحب کے خیال میں قرآن کی تین ہزار آیات سائنس سے متعلق ہیں چونکہ عہد رسالت میں جدید سائنس نہیں تھی اور اس کا وجود سترہویں صدی میں ظہور پذیر ہوا لہٰذا ان تین ہزار آیات کے درست معنی تو قرن اول میں سمجھنا ممکن ہی نہیں تھا اور جو کچھ معانی قرن اول میں سمجھے گئے وہ اس دور کے لحاظ سے تو شاید صحیح ہو سکتے ہیں مگر زمان و مکان [Time & Place] بدل جانے سے وہ معانی آج کے دور کے لیے بالکل لایعنی اور نا قابلِ قبول ہیں کیونکہ عہد حاضر کے انسان کا ذہن ارتقاء کے ذریعے، معاذ اللہ، عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے ذہن سے وسیع بہتر اور عمدہ ہے لہٰذا اس دور میں جو معنی صحابہ کرامؓ نے رسولؐ اللہ کے فیض صحبت اور اذن ربی سے کسب اور اخذ کیے وہ آج کے دور کے لیے قطعاً نا قابل قبول ہیں۔ دوسرے معنوں میں قرآن حکیم کی آیات کے معانی زمانے کے بدلنے اور سائنس کے ارتقاء پذیر ہونے کے ساتھ ساتھ بدلتے جائیں گے کیونکہ اس کے معانی حتمی نہیں ہیں اس کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ قرآن کے الفاظ کے کچھ معنی سرے سے ہیں ہی نہیں یہ معانی ہر عہد کا بڑھتا، پھیلتا اور پھولتا سائنسی علم مہیا کرے گا یعنی قرآن کے فہم کا تمام تر انحصار ہر عہد کی جدید سائنسی ترقی کے اثرات، حاصلات اور ثمرات پر ہے۔ قرآن کے الفاظ کے معنی غیر متعین ہیں۔ ہر عہد کا علمی منظر نامہ ان الفاظ کی تعیین، تدوین، تبئین، تعبیر اور تشکیل کا فریضہ انجام دے گا۔ نائیک صاحب کا یہ نقطہ نظر قرآن کی کئی آیات کی تردید اور انکار پر مبنی ہے، مثلاً رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کرتے ہوئے اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا: لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ o اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْاٰنَهُ o فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهُ o ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ o [۷۵:۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹] فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ وَ لَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰٓى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ وَ قُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا [۲۰:۱۱۴] ''اس وحی کو جلدی جلدی یاد کرنے کے لیے اپنی زبان کو حرکت نہ دیجیے اس کو یاد کرا دینا اور پڑھوا دینا ہمارے ذمے ہے''۔ لہٰذا جب ہم اسے پڑھ رہے ہوں اس وقت آپ اس قرآن کو غور سے سنتے رہیے پھر اس کا مطلب سمجھا دینا بھی ہمارے ذمے ہے۔ اگر نائیک صاحب کے فلسفے کو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مان لیا جائے کہ قرآن کے وہ معنی جو اولین مخاطبین کے نزدیک درست تھے قیامت تک کے لیے آنے والے تمام انسانوں کے لیے درست نہیں ہیں تو یہ موقف سورہ قیامہ کی ان آیات کی تردید کرتا ہے، اگر اللہ کا پیغمبر جسے آیات کے معانی اللہ تعالیٰ نے بتائے وہ معانی رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو بتائے لیکن اللہ اور پیغمبر اور صحابہ کے بتائے ہوئے معنی قیامت تک کے انسانوں کے لیے حجت نہیں ہیں تو پھر رسالت مآبؐ تمام جہانوں کے لیے رحمت کیسے بن سکتے ہیں؟ وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ [۲۱:۱۰۷] اگر آپ رحمت العالمین ہیں تو آپ کا بیان کردہ علم بھی قیامت تک کے تمام انسانوں کے لیے حجت ہے۔ قرآن بتاتا ہے کہ رسالت مآبؐ پر اللہ تعالیٰ نے کتاب اور حکمت نازل فرمائی لہٰذا آپ کتاب وحکمت کی تعلیم دیتے ہیں: کَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْکُمْ رَسُوْلًا مِّنْکُمْ یَتْلُوْا عَلَیْکُمْ اٰیٰتِنَا وَ یُزَکِّیْکُمْ وَ یُعَلِّمُکُمُ الْکِتٰبَ وَ الْحِکْمَةَ وَ یُعَلِّمُکُمْ مَّا لَمْ تَکُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ [۲:۱۵۱] هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَکِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ [۶۲:۲] ، وَلَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْکَ وَ رَحْمَتُهٗ لَهَمَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ یُّضِلُّوْکَ وَمَا یُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا یَضُرُّوْنَکَ مِنْ شَیْءٍ وَ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَیْکَ الْکِتٰبَ وَ الْحِکْمَةَ وَ عَلَّمَکَ مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ وَ کَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا [۴:۱۱۳]، لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَکِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَ الْحِکْمَةَ وَ اِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ [۳:۱۶۴] کیا یہ کتاب اور حکمت قیامت تک کے انسانوں کے لیے حجت نہیں ہے اور کیا حکمت کا مطلب ہر عہد میں بدلتا رہے گا؟ اس کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو مالک الملک، زندہ وموجود اور حکیم وبصیر ہے، رسالت مآبؐ کو قرآن کے ایسے معنی بتائے جو کل عالم کے لیے حجت نہیں تھے بلکہ صرف ان کے زماں ومکاں تک محدود تھے۔ یہ اللہ کی صفات کا انکار ہے کہ وہ ایسا علم رسالت مآب کو عطا نہ کرسکا جو زماں ومکاں کی قید سے ماورا ہوسکتا اور صرف اپنے عصر کے لیے کافی نہ ہوتا بلکہ آنے والے تمام زمانوں کے لیے بھی کافی وشافی ہوتا۔ رسالت مآب کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کے جو بھی معانی بتائے جو بھی علوم عطا فرمائے حکمت کے ذریعے جو موتی آپ کو پیش فرمائے آپ نے یہ تمام علوم، معانی، حکمت کے چشمے اور موتی اس امت تک من وعن پہنچا دیے کیوں کہ آپ امانت دار تھے لہٰذا آپ نے اللہ کی یہ امانت امت تک منتقل کردی: وَمَا کَانَ لِنَبِیٍّ اَنْ یَّغُلَّ وَ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ [۳:۱۶۱] آپ کا یہ عمل اس لیے بھی مبارک ہے کہ آپ غیب کی باتیں بتانے میں جزرس نہیں تھے: وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ [۸۱:۲۴] سورۂ مائدہ میں آپ کو حکم دیا گیا کہ جو کچھ آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل کیا گیا ہے وہ لوگوں تک پہنچا دیجیے اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو اس کی پیغمبری کا حق ادا نہ کیا: يٰاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ وَ اللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ [۵:۶۷] لہٰذا رسالت مآبؐ نے نہ صرف قرآن کی ایک ایک آیت امت تک پہنچا دی بلکہ ان آیات کا حقیقی مفہوم جو قیامت تک حجت ہے شرح صدر کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی نگرانی میں امت تک منتقل کر دیا تا کہ فہم قرآن کے لیے امت، ربانی اور نبوی ذرائع کے سوا قیامت تک کسی خارجی، بیرونی، انسانی ذریعے کی محتاج نہ رہے دوسرے معنوں میں رسالت مآبؐ نے قرآن کا جو بھی مطلب صحابہ کو بتایا وہ اذن الٰہی اور علم الٰہی کی روشنی میں امت تک منتقل فرمایا کیوں کہ آپ کی زبان سے نکلنے والا کوئی حرف بھی اللہ تعالیٰ کی تصدیق و تائید کے بغیر نہیں نکلتا تھا اور کبھی ایسا اتفاق ہوتا تو وحی الٰہی کے ذریعے آپ کے عمل و قول کی تصحیح فرما دی جاتی۔ سورہ تحریم اور سورہ عبس اس کی دو اہم ترین مثالیں ہیں۔ اس لیے رسالت مآبؐ کی زبان سے ادا ہونے والا ہر لفظ اللہ کی منشا کے عین مطابق ہوتا۔ تمام پیغمبر بشمول رسالت مآبؐ اللہ تعالیٰ کے ذکر کو کھول کھول کر بیان کرتے تا کہ نازل کردہ تعلیم لوگوں پر واضح ہو جائے اور کوئی ابہام نہ رہے: بِالْبَيِّنٰتِ وَ الزُّبُرِ وَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ [۱۶:۴۴] آپ اپنے جی سے نہیں بولتے تھے: وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى [۵۳:۳] قرآن بتاتا ہے کہ آج میں نے تمھارے دین کو تمھارے لیے مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی اور تمھارے لیے اسلام کو تمھارے دین کی حیثیت سے قبول کر لیا ہے: اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ [۵:۳] لیکن نائیک صاحب کے نقطہ نظر کے مطابق قرآن کے یہ تمام بیانات صحیح نہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمت تمام کر دی۔ رسالت مآب نے غیب سے ملنے والا تمام علم امت تک منتقل کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لیے اس دین کو کامل کر کے پسند کر لیا تو یہ کیسا دین ہے جس کے پیغمبر کی بتائی ہوئی تشریحات اور قرآن کی آیات کے مفاہیم قیامت تک سائنس کے

☆ جلب مصلحت کی نسبت مفاسد کو دور کرنا زیادہ بہتر ہے ☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ذریعے رفتہ رفتہ ظاہر ہوں گے؟ یعنی پیغام آسمانی ہوگا اور تشریح انسانی اور سائنسی ہوگی آیات کے معنی آہستہ آہستہ واضح ہوں گے جو قرآن تدریجا ہونے والی سائنسی ترقی کے ذریعے اپنے مفاہیم اہل عالم پر واضح کرے گا وہ تام، حجت، سلطان کیسے ہوا؟ اگر تام نہیں ہے قرآن کہتا ہے کہ: وَ مَآ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ [۲۱:۱۰۷] کہ ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا'' لیکن یہ عجیب رحمت ہے [نعوذ باللہ] کہ رحمت العالمین نے قرآن جیسی رحمت کے جو معانی صحابہ کو بتائے وہ صرف قرن اول کے لیے حجت اور معتبر ہیں اور قیامت تک قرآن کی آیات کے وہ معانی درست نہیں ہیں جو رسالت مآبؐ نے بیان فرمائے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ رسالت مآبؐ نے اپنے بعد آنے والی امتوں کو قرآن کی رحمت کے معانی سمجھنے سے محروم رکھا اور ان کے فہم قرآن کے لیے اپنے عہد کے علم، منہاج اور سائنس کے سپرد کر دیا کہ وہاں سے جا کر معانی قرآن اخذ کر لو، ان معانی کی تصدیق کون کرے گا؟ ظاہر ہے سائنس داں ہی کریں گے جو بہر حال مسلم نہیں لہٰذا کلام الٰہی یعنی آسمانی اور ربانی پیغام کا متن محتاج ہوگا انسانی اور سائنسی علم کا جو خود محتاج تصدیق ہے، اور کوئی سائنس داں اور فلسفی سائنس سے حاصل کردہ کسی علم اور کسی نظریے و نتیجے کو حتمی ٹھوس قطعی تسلیم نہیں کرتا یقین نہ آئے تو پاپر [Popper]، فیرابینڈ [Fereyabend]، لے کاٹوش [Lakatos] کوہن [Kuhn]، فائن مین [Feynmen] کو پڑھ لیجیے۔ قرآن کہتا ہے کہ رسالت مآب کو روشن چراغ بنا کر بھیجا گیا ہے: وَّ دَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذۡنِہٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیۡرًا [۳۳:۴۶] لیکن یہ عجیب روشن چراغ ہے جس کی روشنی صرف قرن اول کے لیے کافی ہے بعد کے زمانوں کے لیے اس کی روشنی قطعاً کافی نہیں بلکہ سائنس کی روشنی ضروری ہی نہیں لازمی بھی ہے اس کے بغیر آیات قرآنی کی وضاحت ممکن نہیں۔ اور روشنی بھی مغربی سائنس کی۔ کینیڈا کے سائنس داں پروفیسر کیتھ مور سے حاصل کردہ روشنی۔ اور یہ بھی مغرب کا اور پروفیسر مور کا احسان ہے کہ انھوں نے ہمیں اپنی روشنی عطا کر کے قرآن کے مطالب کا فہم حاصل کرنے میں اعانت فرمائی اگر وہ انکار کر دیتے یا مسلمان ان کے علم سے محروم رہتے تو یہ امت قیامت تک قرآن کے درست، حقیقی اور جدید فہم کو حاصل ہی نہ کر سکتی اور صرف قرآن کے قدیم مفہوم کو پوجتی رہتی۔ قرآن کہتا ہے کہ یہ کلام سارے جہاں والوں کے لیے نصیحت ہے: وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكۡرٌ لِّلۡعٰلَمِیۡنَ [۶۸:۵۲] نائیک صاحب فرماتے ہیں کہ صرف قرآن کے الفاظ قیامت تک سارے جہاں کے لیے نصیحت ہیں مگر ان آیات کے وہ مفاہیم جو رسالت مآبؐ اور صحابہ اور تفسیر ماثور نے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بتائے وہ نہ حجت ہیں، نہ نصیحت اور نہ ضرورت دین بلکہ مفاہیم و مطالب قرآن قیامت تک سائنس کے ذریعے ہی معلوم ہوسکتے ہیں لہٰذا قرآن قیامت تک کے تمام اہل عالم کے لیے کامل نصیحت اور مکمل حجت نہیں جب تک کہ اس کے مفہومات جدید سائنس کی روشنی میں اخذ نہ کیے جائیں۔ متعین اور معلوم نہ ہوں۔ قرآن کہتا ہے کہ رسول اللہ کا کام اس کے سوا کچھ نہیں کہ آپ اللہ کی بات اور اس کے پیغامات لوگوں تک پہنچا دیں: اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰہِ وَرِسٰلٰتِہٖ وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَاِنَّ لَہٗ نَارَ جَھَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْھَآ اَبَدًا [۲۳:۷۲] لیکن نائیک صاحب کہتے ہیں کہ اللہ کی بات اور اس کے پیغامات جو رسالت مآبؐ نے خیر القرون میں صحابہ تک پہنچائے اس کے مطالب اسی زمانے کے لیے حجت تھے۔ اب آئندہ آنے والے زمانوں کے لیے ان پیغامات کا مطلب جدید سائنس کے بغیر نہ واضح ہوسکتا ہے نہ سمجھ میں آسکتا ہے۔ حالانکہ قرآن کا جو بھی مطلب صاحب قرآن کے فرامین اور اصحاب رسالت مآبؐ کے علم کے بغیر بیان کیا جائے گا قطعاً معتبر نہیں قرآن کا ایسا فہم اسی قسم کا فہم ہوگا جو اُمیوں کو حاصل تھا: وَ مِنْھُمْ اُمِّیُّوْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ الْکِتٰبَ اِلَّآ اَمَانِیَّ وَ اِنْ ھُمْ اِلَّا یَظُنُّوْنَ [۲:۷۸] قرآن کہتا ہے کہ یہ حکمت سے بھری کتاب ہے: تِلْکَ اٰیٰتُ الْکِتٰبِ الْحَکِیْمِ [۳۱:۲] وَ الْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ [۳۶:۲] لیکن یہ عجیب کتاب ہے کہ اس کے مطالب و مفاہیم عہد جدید کی لیبارٹریوں کے سائنس دان بتائیں گے قرآن اپنے بارے میں خود کہتا ہے کہ یہ فرقان ہے۔ [۳:۴] حق و باطل میں فرق کھینچنے والا، قرآن خود کو واضح روشن کتاب مبین و قرآن مبین کہتا ہے: ۱۲:۱، ۱۵:۱، ۲۷:۱، ۲۶:۱، ۲۶:۲، ۲۸:۱، ۲۸:۲ وہ کہتا ہے کہ یہ اہل تقویٰ اور عقل کے لیے کتاب نصیحت ہے: ۳:۱۳۸، ۶:۱۵، ۱۴:۳۲، ۳۸:۲۹، ۵۰:۳۷ قرآن اپنے بارے میں خود کہتا ہے کہ یہ قول فیصل ہے، دو ٹوک کلام حق کو باطل سے جدا کرنے والا: اِنَّہٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ۝ وَّمَا ھُوَ بِالْھَزْلِ [۸۶:۱۳،۱۴] یہ تاریکی سے نکال کر روشنی کی طرف لانے والی کتاب ہے: یَّھْدِیْ بِہِ اللّٰہُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَہٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَ یُخْرِجُھُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ بِاِذْنِہٖ وَ یَھْدِیْھِمْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ [۵:۱۶] یہ کل عالم کے لیے نصیحت ہے: ۱۲:۱۰۴، ۲۵:۱، ۳۸:۸۷، ۶۸:۵۲، ۷۳:۱۹، ۸۱:۲۷ قرآن کہتا ہے کہ وہ لوگوں کے لیے ہدایت و رحمت ہے: ۵۲:۷، ۱۶:۶۴، ۲۷:۷۷، ۲۹:۵۱، ۴۵:۲۰ یہ احسن تفسیر ہے: وَلَا یَاْتُوْنَکَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰکَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِیْرًا [۲۵:۳۳] یہ برہان ہے: ۴:۱۷۴ یہ شفا ہے: ۱۰:۵۷، ۱۷:۸۲ یہ موعظت ہے: ۱۰:۵۷، ۳:۱۳۸ یہ قرآن ذکر للعالمین ہے، رحمت للمومنین

☆ یکرہ الایثار بالقرب ☆ عبادت میں ایثار مکروہ ہے ☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے، رحمت للمحسنین ہے، ام الکتاب ہے، کلام اللہ ہے، یہ حکمت بالغہ ہے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَ مَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَ لَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ [۶: ۳۸] ہم نے کتاب میں کسی چیز کے ذکر کو نہیں چھوڑا۔ اب نائیک صاحب سے کوئی پلٹ کر پوچھے کہ یہ عجیب تبیان، الکتاب، قول فیصل، فرقان، برہان، موعظت، شفاء مبین، حکمت اور احسن تفسیر ہے جو اپنی تفسیر کے لیے جدید سائنس اور سائنس دانوں کی محتاج ہے، جو کتاب دوسروں پر انحصار کرتی ہو اس کتاب پر آخرت کی درستگی کے لیے کیسے اعتماد کیا جائے؟ افسوس کہ نائیک صاحب نے ان سوالات پر غور نہیں فرمایا۔

نائیک صاحب کے بیان کردہ نقطۂ نظر کی روشنی میں وہ حدیث باطل قرار پاتی ہے جس میں ''خیر القرون'' کا بیان ہے کیونکہ سب سے بہترین عہد رسالت مآب کا زمانہ نہیں جدید سائنسی عہد ہے جس میں قرآن کے حقیقی مفاہیم، اصل معانی، درست مطالب سمجھ لیے گئے، ان معنوں میں ''خیر القرون'' رسالت مآب کا دور نہیں آج کا جدید سائنسی عہد ہی قرار پاتا ہے۔ جس کے بانی ڈیکارٹ، نیوٹن، گیلی لیو، کپلر، راجر بیکن اور سترہویں صدی کے فلاسفہ مغرب ہیں تاریخ انسانی کی سترہ تہذیبیں جدید سائنس سے خالی تھیں۔ دیکھیے کہ ایک کم زور عقلی دلیل جس کا مقصد مناظرے میں کامیابی حاصل کر کے خطابت کے ذریعے مدمقابل کو شکست دینا تھا، اپنی تاریخ، تہذیب، عقائد اور مآخذ علوم دینیہ کے لیے کتنے مہلک خطرات پیدا کر دیتی ہے۔

انفس و آفاق کی نشانیاں: سائنسی حقائق؟

نائیک صاحب کا دوسرا استدلال یہ ہے کہ قرآن کی آیت:

> ''ہم عنقریب اپنی نشانیاں ان کے انفس و آفاق میں دکھائیں گے، سے یہ ہے کہ قیامت تک اللہ اپنی آیات نشانیاں کے معنی سائنس کے ذریعے بیان کرتا رہے گا''۔

اس لیے قرآن کے کسی لفظ کے جو معنی رسول اور اصحاب رسول نے بتائے وہ قیامت تک کے لیے حجت نہیں، ہر عہد ان کے نئے معانی و مفاہیم متعین کرے گا اور یہ طریقہ قرآن کی آیت سے یعنی نص سے ثابت ہے اور معانی قرآن کو صرف رسالت مآبؐ و اصحاب رسولؐ سے مختص کرنا غلط

☆ جب حقوق باہم متعارض ہوں تو ان میں جس کا وقت تنگ ہو اسے ترجیح حاصل ہوگی ☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے۔ دوسرے معنوں میں عہد حاضر کے انسان کا فہم، رسالت مآبؐ اور صحابہ کرام کے فہم سے اعلیٰ و بالا، بہتر اور عمدہ ہے کیونکہ وہ بعد میں پیدا ہوا اور جو جتنے بعد میں پیدا ہوگا سائنس کی نئی ایجادات کی روشنی میں آیات قرآنی کا اتنا زیادہ بہتر مفہوم بتاسکے گا، نعوذ باللہ، یہ خیالات ہیگل کے نظریہ ارتقاء سے اخذ کردہ ہیں اور اس کے سوا کچھ نہیں۔ قرآن بتاتا ہے زمین میں بہت سی نشانیاں ہیں یقین لانے والوں کے لیے، اور خود تمھارے اپنے وجود میں ہیں۔ کیا تم کو سوجھتا نہیں: وَفِی الْاَرْضِ اٰیٰتٌ لِّلْمُوْقِنِیْنَ [۵۱:۲۰] اس آیت کا اصل مطلب کیا یہ ہے کہ سائنس و ٹیکنالوجی جیسے جیسے اس کائنات کے اسرار فاش کریں گے اور انسانی حیات کے سربستہ راز کھولیں گے تو ان آیات کا مطلب عہد حاضر کا انسان سمجھ لے گا جن کے مطالب، نعوذ باللہ، رسول اللہؐ اور صحابہ کرامؓ مغربی سائنس سے محرومی کے باعث سمجھنے سے قاصر رہے؟ یہ بنیادی سوال ہے جس کا مطالعہ اگر قرآن کریم کی آیات کی روشنی میں کیا جائے تو نائیک صاحب کی الجھنیں دور ہوسکتی ہیں۔ سورہ یونس میں آتا ہے اللہ نے [سورج چاند وغیرہ] سب کچھ برحق پیدا کیا ہے وہ اپنی نشانیوں کو کھول کھول کر پیش کر رہا ہے، ان لوگوں کے لیے جو علم رکھتے ہیں۔ یقیناً رات اور دن کے الٹ پھیر میں اور ہر اس چیز میں جو اللہ نے زمین و آسمان میں پیدا کی ہے، نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو [غلط روی و غلط بینی] سے بچنا چاہتے ہیں: هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَآءً وَّ الْقَمَرَ نُوْرًا وَّ قَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِیْنَ وَ الْحِسَابَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ...... اِنَّ فِی اخْتِلَافِ الَّیْلِ وَ النَّهَارِ وَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَّقُوْنَ [۱۰:۵،۶] یہی بات سورہ آل عمران میں کہی گئی ہے۔ [۳:۱۹۰،۱۹۱] یہ تمام نشانیاں ازل سے ہیں اور ابد تک رہیں گی مگر ان تک رسائی کے لیے شرط یہ ہے کہ انسان جاہلانہ تعصب سے پاک ہوکر علم کے ان ذرائع سے کام لے جو اسے قدرت نے عطا کیے ہیں نہ کہ ان آیات کو سمجھنے کے لیے پہلے آکسفورڈ اور کیمبرج جاکر سائنسی علم حاصل کریں اور کینیڈا میں کیتھ مور سے قرآن کی آیات کے تفسیری نکات معلوم کریں۔ اگر کوئی ان نشانیوں کو دیکھنے کے باوجود ایمان نہیں لارہا تب بھی ہمیں اپنے نفس کو زیغ میں مبتلا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ نائیک صاحب نے قرآن کی یہ آیت ضرور پڑھی ہوگی: وَ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَیْكَ اِعْرَاضُهُمْ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِیَ نَفَقًا فِی الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِی السَّمَآءِ فَتَاْتِیَهُمْ بِاٰیَةٍ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَی الْهُدٰی فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِیْنَ [۶:۳۵] یہ ارشاد رسالت مآبؐ سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے لہٰذا کفار کو راہ راست پر لانے کے لیے دین میں تنسیخ، تحریف و ترمیم کرنے کے بجائے صبر و تحمل سے کام لیا جائے۔ لہٰذا اہل مغرب کے لیے اللہ تعالیٰ کی نشانیاں قرآن سے سائنس کے ذریعے ڈھونڈ ڈھونڈ کر لانا کوئی علاقانہ رویہ نہیں ہے۔ کفار مطالبہ کرتے تھے رسول اللہؐ سے کہ ثبوت حق کے لیے کوئی نشانی لاؤ جواب دیا گیا: وَ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَآءِ فَتَاْتِيَهُمْ بِاٰيَةٍ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ [۶:۳۷] اس انکار کی وجہ منکرین کا مشترکہ تاریخی رویہ ہے: وَ مَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ [۶:۴] قرآن بتاتا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو اس کائنات پر غور وفکر ہی نہیں کرتے: وَ جَعَلْنَا فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِهِمْ وَ جَعَلْنَا فِيْهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ [۲۱:۳۱] غور وفکر کی اس دعوت کا تعلق کسی خاص زمانے سے نہیں کیونکہ یہ دعوت عام ہے ہر طرح کے عہد اور ہر قسم کے زمانے کے لیے اور قرآنی آیات یا اللہ کی نشانیوں کو سمجھنے، جاننے اور پہچاننے کے لیے سترہویں صدی اور جدید سائنس کے انتظار کی قطعاً ضرورت نہ تھی۔ نائیک صاحب سورہ نمل کی آخری آیات کو بھول گئے: اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِيْ حَرَّمَهَا وَ لَهٗ كُلُّ شَيْءٍ وَّ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ...... وَ اَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ وَ مَنْ ضَلَّ فَقُلْ اِنَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ...... وَ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ سَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ فَتَعْرِفُوْنَهَا وَ مَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ [۲۷:۹۱، ۹۲، ۹۳] اس میں رسالت مآب اپنی امت سے کہتے ہیں کہ میں تو بس خبردار کرنے والا ہوں ان سے کہو تعریف اللہ ہی کے لیے ہے وہ عنقریب تمھیں اپنی نشانیاں دکھا دے گا اور تم انھیں پہچان لوگے اور تیرا رب بے خبر نہیں ہے ان اعمال سے جو تم لوگ کرتے ہو، کیا یہاں نشانیوں کا مطلب سائنس کے کمالات ہیں؟ یہ مکی سورت ہے۔ کفار نے رسول اللہ سے نشانیوں کا مطالبہ کیا تو جواب آیا نشانیاں تو اللہ کے پاس ہیں اور میں صرف خبردار کرنے والا ہوں کھول کھول کر اور کیا ان لوگوں کے لیے یہ [نشانی] کافی نہیں ہے کہ ہم نے تم پر کتاب نازل کی جو انھیں پڑھ کر سنائی جاتی ہے: وَ قَالُوْا لَوْ لَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَ اِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ...... اَوَ لَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّ ذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ [۲۹:۵۰، ۵۱] اللہ تعالیٰ نے آسمان سے قرآن کو روشن اور ناقابل شک نشانی کے طور پر پیش کرنے کا سبب اس سے پہلی والی آیت میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بیان کیا: وَ مَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّ لَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ...... بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَ مَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ [۴۸:۲۹، ۴۹] اللہ تعالیٰ نے کفار کے مطالبوں کے جواب میں آسمان سے نشانیاں نازل کرنے کے بجائے زمین و آسمان میں اس وسیع، بسیط محیط کائنات میں چلتی پھرتی نشانیوں پر توجہ دینے کا حکم دیا جو شب و روز انسان کے مشاہدے میں آتی ہیں، اس کے لیے کسی یونیورسٹی، کسی فلسفے اور کسی اضافی علم کی ضرورت نہیں۔ شب و روز کی نشانیوں کی طرف توجہ دیتے ہوئے قرآن بتاتا ہے تو کیا یہ اونٹوں کو نہیں دیکھتے کہ کیسے بنائے گئے؟ آسمان کو نہیں دیکھتے کہ کیسے اٹھایا گیا؟ پہاڑوں کو نہیں دیکھتے کہ کیسے جمائے گئے؟ اور زمین کو نہیں دیکھتے کہ کیسے بچھائی گئی؟ [۸۸: ۱۷ تا ۲۰] یہاں آفاق میں موجود نشانیوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ اب قرآن انفس کی طرف آتا ہے فرد کا اپنا وجود یہ خود کتنی نشانیوں کا مخزن ہے، قرآن پوچھتا ہے: ''کیا انھوں نے کبھی اپنے آپ میں غور و فکر نہیں کیا۔ اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَ اَجَلٍ مُّسَمًّى وَ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ لَكٰفِرُوْنَ [۳۰:۸] ''ہم عنقریب اپنی نشانیاں انفس و آفاق میں دکھائیں گے'' [۴۱:۵۳] کائنات اور ارض و سماء کے درمیان بکھری ہوئی نشانیوں کا نہایت تفصیل سے ذکر سورۃ روم میں کیا گیا۔ اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ کی ایک نشانی یہ بتائی گئی کہ اس نے انسان کو مٹی سے پیدا کیا، اب وہ بشر ہو کر پھیلتے جا رہے ہیں، اس کی نشانی یہ ہے کہ تمھاری جنس سے ازواج بنائیں جن سے سکون حاصل کرتے ہو اس کی نشانیوں میں آسمانوں اور زمین کی پیدائش زمانوں اور رنگوں کا اختلاف ہے۔ اس کی نشانیوں میں رات اور دن کو تمھارا سونا اور اللہ کا فضل تلاش کرنا ہے۔ اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ وہ بجلی کی چمک دکھاتا ہے، آسمان سے پانی برساتا ہے اس کی نشانیوں میں سے آسمان و زمین کا قیام ہے: وَ مِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَآ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ ...... وَ مِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَ جَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّ رَحْمَةً اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ [۳۰:۲۰ تا ۲۱] اس کے بعد ارشاد ہوتا ہے اس طرح ہم آیات کھول کر پیش کرتے ہیں ان کے لیے جو عقل سے کام لیتے ہیں [۳۰:۲۸] لیکن ان کا حال یہ ہے کہ کائنات کی نشانیوں کی طرف توجہ ہی نہیں کرتے: وَ جَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا وَّ هُمْ عَنْ اٰيٰتِهَا مُعْرِضُوْنَ [۲۱:۳۲] کیا انھوں نے کبھی اس زمین و آسمان کو نہیں دیکھا جو انھیں آگے اور

☆ الاجر والضمان لایجتمعان ☆ اجرت اور ضمانت ایک ہی شی میں جمع نہیں ہو سکتیں ☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پیچھے سے گھیرے ہوئے ہے ہم چاہیں تو انھیں زمین میں دھنسا دیں یا آسمان کے کچھ ٹکڑے ان پر گرا دیں، درحقیقت اس میں ایک نشانی ہے ہر اس بندے کے لیے جو خدا کی طرف رجوع کرنے والا ہے: اَفَلَمۡ یَرَوۡا اِلٰی مَا بَیۡنَ اَیۡدِیۡهِمۡ وَ مَا خَلۡفَهُمۡ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الۡاَرۡضِ اِنۡ نَّشَاۡ نَخۡسِفۡ بِهِمُ الۡاَرۡضَ اَوۡ نُسۡقِطۡ عَلَیۡهِمۡ کِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَةً لِّکُلِّ عَبۡدٍ مُّنِیۡبٍ [۹:۳۴]۔ اللہ تعالیٰ کی یہ نشانیاں جگہ جگہ بکھری ہوئی ہیں۔ جانوروں کے اندر بھی، قرآن نے بار بار جانوروں کا حوالہ دیا ہے اور بتایا ہے کہ یہ جو کچھ کھاتے ہیں اللہ کی قدرت انھیں تین اجزا میں تقسیم کردیتی ہے خون، گوبر اور دودھ: وَ اِنَّ لَکُمۡ فِی الۡاَنۡعَامِ لَعِبۡرَةً نُسۡقِیۡکُمۡ مِّمَّا فِیۡ بُطُوۡنِهٖ مِنۡۢ بَیۡنِ فَرۡثٍ وَّ دَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِیۡنَ [۶۶:۱۶] یہ اللہ کی شان ہے کہ وہ ان جانوروں میں سے خون اور گوبر کے درمیان سے دودھ جیسی نفیس شیریں اور عمدہ خوراک انسانوں کے لیے تخلیق کرتا ہے، یہ اس کا کمال ہے اب دودھ کا ذکر سن کر ڈیری فارم انڈسٹری پر توجہ فرمانا کمال جدیدیت ہے۔ قرآن میں آتا ہے پہاڑوں میں بھی سفید سرخ اور گہری سیاہ دھاریاں پائی جاتی ہیں جن کے رنگ مختلف ہوتے ہیں اور اس طرح انسانوں اور جانوروں کے مویشیوں کے رنگ بھی مختلف ہوتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے بندوں میں سے صرف علم رکھنے والے لوگ ہی اس سے ڈرتے ہیں۔ [فاطر: ۳۵: ۲۷، ۲۸] تو کیا ان آیات سے رنگوں کی صنعت کا سرا تلاش کیا جائے؟ اور دنیا کو بتایا جائے کہ رنگوں کے فن کی صنعت [paint industry] کا اشارہ قرآن میں دیا گیا ہے؟ قرآن میں آتا ہے: ’’حقیقت یہ ہے کہ آسمانوں اور زمینوں میں بے شمار نشانیاں ہیں ایمان لانے والوں کے لیے اور تمھاری اپنی پیدائش میں اور ان حیوانات میں جن کو اللہ [زمین میں] پھیلا رہا ہے بڑی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو یقین لانے والے ہیں: وَفِیۡ خَلۡقِکُمۡ وَ مَا یَبُثُّ مِنۡ دَآبَّةٍ اٰیٰتٌ لِّقَوۡمٍ یُّوۡقِنُوۡنَ [۴:۴۵] کیا ان آیات سے مویشیوں کی افزائش کے علم [کیٹل فارمنگ انڈسٹری] کا جواز نکالا جائے گا؟ یا معرفت رب کے حصول پر توجہ دی جائے گی؟ قرآن مشاہدہ کائنات اور مشاہدہ انسان یعنی انفس و آفاق کی نشانیوں کے ذریعے انسان کو خالق ارض و سماء کی طرف متوجہ کر کے اسے عبودیت کا سبق دینا چاہتا ہے اسی لیے سورہ یونس میں ارشاد ہوتا ہے: ’’ان سے کہو زمین و آسمان میں جو کچھ ہے اسے آنکھیں کھول کر دیکھو اور جو لوگ ایمان ہی نہیں لانا چاہتے ان کے لیے نشانیاں اور تنبیہیں آخر کیا مفید ہوسکتی ہیں: قُلِ انۡظُرُوۡا مَاذَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ مَا تُغۡنِی الۡاٰیٰتُ وَ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

النُّذُرُ عَنۡ قَوۡمٍ لَّا يُؤۡمِنُوۡنَ [۱۰:۱۰۱] قرآن کہتا ہے یہ ہماری آیات سے غافل ہیں: اِنَّ الَّذِيۡنَ لَا يَرۡجُوۡنَ لِقَآءَنَا وَ رَضُوۡا بِالۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَ اطۡمَاَنُّوۡا بِهَا وَ الَّذِيۡنَ هُمۡ عَنۡ اٰيٰتِنَا غٰفِلُوۡنَ [۱۰:۷] ان کی غفلت کا عالم یہ ہے کہ ''ہم نے اس قرآن میں لوگوں کو طرح طرح سے سمجھایا ہے تم خواہ کوئی نشانی لے آؤ جن لوگوں نے ماننے سے انکار کردیا ہے وہ یہی کہیں گے کہ تم باطل پر ہو: وَ لَقَدۡ ضَرَبۡنَا لِلنَّاسِ فِيۡ هٰذَا الۡقُرۡاٰنِ مِنۡ كُلِّ مَثَلٍ وَ لَئِنۡ جِئۡتَهُمۡ بِاٰيَةٍ لَّيَقُوۡلَنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡۤا اِنۡ اَنۡتُمۡ اِلَّا مُبۡطِلُوۡنَ [۳۰:۵۸] میری آیات تیرے پاس آچکی تھیں پھر تو نے انھیں جھٹلایا تکبر کیا [۳۹:۵۹] جو لوگ آسمان و زمین کی ساخت میں غور و فکر کرتے ہیں وہ بے اختیار پکار اٹھتے ہیں کیوں؟ ان سے کہو زمین و آسمان میں جو کچھ ہے اسے آنکھیں کھول کر دیکھو اور جو لوگ ایمان ہی نہیں لانا چاہتے ان کے لیے نشانیاں مفید نہیں ہوسکتیں [۱۰:۱۰۱] ہر اس چیز میں جو اللہ نے زمین و آسمان میں پیدا کی ہے نشانیاں ہیں: اِنَّ فِي اخۡتِلَافِ الَّيۡلِ وَ النَّهَارِ وَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوۡمٍ يَّتَّقُوۡنَ [۱۰:۶] زمین اور آسمان میں کتنی ہی نشانیاں ہیں جن سے یہ لوگ گزرتے ہیں اور ذرا توجہ نہیں کرتے اگر ان کے رب کی آیات سنا کر نصیحت کی جاتی ہے تو وہ اس پر اندھے اور بہرے بن کر نہیں رہ جاتے: وَالَّذِيۡنَ اِذَا ذُكِّرُوۡا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمۡ لَمۡ يَخِرُّوۡا عَلَيۡهَا صُمًّا وَّ عُمۡيَانًا [۲۵:۷۳] کیا یہ غور نہیں کرتے کہ یہ سب آسمان اور زمین باہم ملے ہوئے تھے پھر ہم نے انھیں جدا کیا اور پانی سے ہر زندہ چیز پیدا کی: اَوَلَمۡ يَرَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡۤا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ كَانَتَا رَتۡقًا فَفَتَقۡنٰهُمَا وَ جَعَلۡنَا مِنَ الۡمَآءِ كُلَّ شَيۡءٍ حَيٍّ اَفَلَا يُؤۡمِنُوۡنَ [۲۱:۳۰] ان کے سامنے ان کے رب کی آیات میں سے جو آیت بھی آتی ہے اس کی طرف التفات نہیں کرتے: وَمَا تَاۡتِيۡهِمۡ مِّنۡ اٰيَةٍ مِّنۡ اٰيٰتِ رَبِّهِمۡ اِلَّا كَانُوۡا عَنۡهَا مُعۡرِضِيۡنَ [۳۶:۴۶] دوسری جانب وہ لوگ ہیں جو اللہ کی کائنات میں پھیلی آیات، نشانیوں، مظاہر اور مناظر سے معرفت رب حاصل کرلیتے ہیں ''ابراہیم کو ہم اس طرح زمین اور آسمانوں کا نظام سلطنت دکھاتے تھے اور اس لیے دکھاتے تھے کہ وہ یقین کرنے والوں میں سے ہوجائے: وَ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الۡاٰيٰتِ وَ لِتَسۡتَبِيۡنَ سَبِيۡلُ الۡمُجۡرِمِيۡنَ [۶:۵۵]؟ زمین و آسمان کے اس نظام کا مشاہدہ کرنے کے لیے حضرت ابراہیمؑ کو علم فلکیات سیکھنے کی ضرورت نہ پڑی نہ کسی درس گاہ میں جا کر فلسفہ اور علم افلاک کے اسباق حاصل کرنے پڑے، قرآن نے آثار کائنات سے اسباق لینے کا طریقہ اس تمثیل کے ذریعے بیان کیا ہے: فَلَمَّا جَنَّ عَلَيۡهِ الَّيۡلُ رَاٰ كَوۡكَبًا قَالَ

☆ تخصيص العام بالنية مقبولة ديانة لا قضاء ☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

هٰذَا رَبِّیْ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ...... فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّیْ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ یَهْدِنِیْ رَبِّیْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّیْنَ...... فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّیْ هٰذَآ اَكْبَرُ فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ یٰقَوْمِ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ...... اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّ مَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ[۶:۷۶تا۷۹] تا نیک صاحب یہ آیت غور سے پڑھ لیتے تو اس تگ و دو سے دستبردار ہو جاتے جو کسی علمی بنیاد کے بغیر اسلام کی نہیں بلکہ سائنس کی عظمت بیان کررہی ہے۔ تخلیق انسانی کی آیات میں مراحل تخلیق بار بار بیان کرنے کا مقصد کیا ہے؟ اس کا جواب ہمیں سورہ مومن کی میں دیا گیا ہے: هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ یُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُوْنُوْا شُیُوْخًا وَ مِنْكُمْ مَّنْ یُّتَوَفّٰی مِنْ قَبْلُ وَلِتَبْلُغُوْٓا اَجَلًا مُّسَمًّی وَّلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ هُوَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ فَاِذَا قَضٰٓی اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ [۴۰:۶۷،۶۸] لعلکم تعقلون تا کہ تم حقیقت کو سمجھو اور حقیقت کیا ہے اس کی تشریح ان الفاظ میں کی گئی ہے کہ وہی ہے زندگی دینے والا اور وہی ہے موت دینے والا، وہ جس بات کا بھی فیصلہ کرتا ہے بس ایک حکم دیتا ہے اور وہ ہو جاتی ہے۔

اگر کفار ایمان نہیں لا رہے تو اس میں تشویش اور اضطراب کی کوئی بات نہیں کیونکہ اگر اللہ کی سنت یہی ہوتی کہ سب اہل زمین ایمان لے آئیں تو وہ ضرور لے آتے لہٰذا ہم لوگوں کو اسلام لانے پر مجبور نہیں کر سکتے، قرآن کہتا ہے: وَ لَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِی الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِیْعًا اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰی یَكُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ [۱۰:۹۹] رسالت مآب کفار کے ایمان نہ لانے پر بہت گرانی محسوس فرما رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَ لَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِی الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِیْعًا اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰی یَكُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ [۱۰:۹۹] ایک اور جگہ آپ کی تشویش پر ارشاد کیا: وَ لَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰی مَا كُذِّبُوْا وَ اُوْذُوْا حَتّٰٓی اَتٰهُمْ نَصْرُنَا وَ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ وَ لَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِی الْمُرْسَلِیْنَ ۝ وَ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَیْكَ اِعْرَاضُهُمْ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِیَ نَفَقًا فِی الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِی السَّمَآءِ فَتَاْتِیَهُمْ بِاٰیَةٍ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَی الْهُدٰی فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِیْنَ[۶:۳۴،۳۵] قرآن بتاتا ہے کہ اللہ رب العزت نے فرعون کو آیات کبریٰ دکھائی: فَاَرٰىهُ الْاٰیَةَ الْكُبْرٰی [۷۹:۲۰] مگر آیت کبریٰ دیکھنے کے باوجود اس نے جھٹلایا اور اللہ کو خالق تسلیم نہیں کیا حضرت یونسؑ کی قوم کے سوا کسی قوم نے آیات

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کبریٰ دیکھ لینے کے باوجود بندگی رب کو اختیار نہیں کیا تو اگر مغرب والے آیات صغریٰ کو دیکھ کر ایمان نہیں لارہے تو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں دعوت دین اسی طرح سے دی جائے گی جس طرح تمام پیغمبروں نے دی، اس کے سوا دعوت کا ہر جدید طریقہ گمراہی کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور قرآن کے نصوص سے متصادم ہے، دعوت انہی دلوں پر اثر کرتی ہے جو نرم ہوں، جو نرم زمین کی طرح پانی جذب کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں ایسی زمین جو پانی پڑتے ہی پھول جاتی ہے اور پانی کو سمیٹ لیتی ہے۔ ہماری بنیادی ذمہ داری یہ ہے کہ ہم دین پر یکسوئی کے ساتھ قائم رہیں: وَ اَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا وَ لَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ [۱۰:۱۰۵] دوسروں کو مسلمان کرنے کی آرزو میں اپنے مآخذِ علم کو سوالیہ نشان نہ بنادیں، کسی کے مسلمان ہونے نہ ہونے کی فکر میں وہ کام نہ کریں جس کے نتیجے میں ہمارا ایمان، عمل اور نتیجہ مشتبہ ہوجائے۔ دین کی جدوجہد، تبلیغ، تدریس اور تعلیم کی راہ میں صبر اور انتظار ہی کی روش مصلحت وحکمت الٰہی ہے، نیک سے نیک ارادے کے ساتھ کی جانے والی عجلت بہتوں کے لیے تباہی و بربادی کا سبب بن جاتی ہے اور خود جدوجہد کرنے والے کے لیے خسران عظیم۔ ہمارا کام صرف اور صرف یہ ہے کہ ہم آخری سانس تک حق کو بالکل اسی طریقے سے بیان کرتے رہیں جس طرح انبیاء کرام نے بیان فرمایا ہے اور رسالت مآبؐ کے ذریعے حق کو بیان کرنے کا وہ طریقہ اس امت تک صحابہ کرام اور اجماع امت سے تواتر کے ساتھ منتقل ہوتا رہا ہے اور اس امت کے لیے اجنبی طریقہ نہیں قرآن کے لفظوں میں ''مجھے حکم دیا گیا ہے [خواہ کوئی مانے یا نہ مانے] میں خود مسلم بن کر رہوں: وَ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ [۱۰:۷۲] اے لوگو جو ایمان لائے ہو اپنی فکر کرو کسی دوسرے کی گمراہی سے تمھارا کچھ نہیں بگڑتا اگر تم خود راہ راست پر ہو: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ [۵:۱۰۵]

قرآن بتاتا ہے کیا ان لوگوں نے کبھی دیکھا ہی نہیں ہے کس طرح اللہ خلق کی ابتدا کرتا ہے پھر اس کا اعادہ کرتا ہے یقیناً یہ [اعادہ] تو اللہ کے لیے آسان تر ہے ان سے کہو کہ زمین میں چلو، پھرو اور دیکھو کہ اس نے کس طرح خلق کی ابتدا کی پھر اللہ بار دگر بھی زندگی بخشے گا یقیناً اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ [۲۹:۱۹،۲۰] اللہ ہی خلق کی ابتداء کرتا ہے پھر وہی اس کا اعادہ کرے گا پھر اس کی طرف تم پلٹائے جاؤگے: اَللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ [۳۰:۱۱]

☆عام کی تخصیص نیت کے ساتھ دیانۃً مقبول ہوتی ہے نہ کہ قضاءً☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نائیک صاحب رحم مادر میں تخلیق انسانی سے متعلق آیات سے علم ایمبریالوجی ثابت کرتے ہیں، یہ درست طریقہ نہیں کیونکہ آیاتِ تخلیق کفار کے اس اعتراض کے جواب میں بار بار دہرائی گئی ہیں کہ حیات بعد موت کیسے ممکن ہے؟ سورہ عنکبوت میں آتا ہے: اَوَ لَمْ یَرَوْا کَیْفَ یُبْدِئُ اللّٰہُ الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُہٗ اِنَّ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ یَسِیْرٌ ...... قُلْ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا کَیْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللّٰہُ یُنْشِئُ النَّشْاَۃَ الْاٰخِرَۃَ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ [۲۹:۱۹،۲۰] ان آیات میں تخلیق انسانی اور حیات بعد موت سے متعلق سوالات کا جواب دیتے ہوئے سیر و فی الارض کا حکم دیا گیا اس حکم کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ اللہ کی کائنات کی سیر کرتے ہوئے گھومتے پھرتے اچانک کینیڈا کے ڈاکٹر کیتھ مور کی لیباریٹری میں جا کر اس سے جنین کی آیت کا مطلب سمجھنے کی کوشش کی جائے۔ اس کا مطلب سمجھنے کے لیے انسان اپنے نفس کو دیکھے، اپنے وجود پر نظر ڈالے مذکر و مونث کے ملاپ سے ایک نئے وجود کے ظہور پر غور کرے۔ قرآن درختوں پر پھل آنے پھر ان کے پکنے کی کیفیات پر غور کرنے کی دعوت دیتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ نشانیاں ہیں اہل ایمان کے لیے: وَ ھُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجْنَا بِہٖ نَبَاتَ کُلِّ شَیْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْہُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْہُ حَبًّا مُّتَرَاکِبًا وَ مِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِھَا قِنْوَانٌ دَانِیَۃٌ وَّ جَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّ الزَّیْتُوْنَ وَ الرُّمَّانَ مُشْتَبِھًا وَّ غَیْرَ مُتَشَابِہٍ اُنْظُرُوْٓا اِلٰی ثَمَرِہٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَ یَنْعِہٖ اِنَّ فِیْ ذٰلِکُمْ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ [۶:۹۹] اس مشاہدے، مطالعے، تجزیے، علم، ادراک اور فہم کے لیے بیسویں صدی تک سائنس دانوں کے کمالات کے انتظار کی ضرورت نہیں تھی۔

جدید طرز زندگی: مشاہدہ کائنات میں سب سے بڑی رکاوٹ:

ویسے بھی اس صدی میں آثار کائنات کے مشاہدات سے اللہ تعالیٰ کو پہچاننے والی تمام قرآنی آیات کا مشاہدہ جدید شہری زندگی میں ممکن ہی نہیں ہے۔ شہروں میں نہ درخت ہوتے ہیں نہ پھل، نہ فصل بہار، نہ آسمان نظر آتا ہے نہ چاند ستارے، تتلیاں تک مر رہی ہیں جگنو شہروں سے بہت پہلے رخصت ہو گئے۔ کوئل کی کوک، کبوتروں کی غٹرغوں، پرندوں کی ڈاریں، طور کی قطاریں، قوس وقزح کے رنگ، دھنک کا منظر، جھٹ پٹے کی صورت، صبح صادق اور صبح کاذب کے مناظر، یعنی وَالَّیْلِ اِذَا عَسْعَسَ [۸۱:۱۷] رات کے رخصت ہونے اور صبح کی سانسیں لینے کا منظر اب شہروں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں مفقود ہے۔ قوس وقزح اب کسی شہر کے آسمان پر نظر ہی نہیں آتی حتی کہ شہروں میں برسات کے بعد جب زمین بھپک اٹھتی ہے بیر بہوٹیوں کے لشکر بھی نظر نہیں آتے، جدید شہری زندگی فطرت، مناظر فطرت اور حسن فطرت کی قاتل ہے۔ فلیٹوں میں رہنے والے بند کمروں میں عمر بسر کرتے ہیں وہ بے چارے زمین و آسمان میں اللہ تعالیٰ کی آیات کہاں دیکھ سکتے ہیں؟ کیونکہ فلیٹ والا زمین و آسمان کے مابین معلق ہے نہ زمین اس کی نہ آسمان اس کا۔ وہ در و دیوار کا اسیر قیدی ہے جو دن میں بھی اجالا کرنے کے لیے مصنوعی روشنی کا محتاج اور سورج کی شعاؤں سے محروم ہے۔ وہ شخص جو سورج کی حدت اور چاند کی ٹھنڈی روشنی اپنے کمرے میں محسوس کرنے سے قاصر ہے آثار کائنات کے مشاہدے کے قابل ہی نہیں ہے، لیکن پھر بھی خود کو تاریخ کا عقل مند ترین سائنسی انسان سمجھ رہا ہے۔ دنیا کے پچاس شہروں میں آلودگی کے باعث چاند تارے دکھائی ہی نہیں دیتے اس صورت میں مشاہدہ کائنات کی آیات پر عمل کیسے ہو؟ شہروں میں فصل، باغ، کھیت، پھلوں کے درخت جانوروں کی افزائش و پرورش کے مناظر مفقود ہو جاتے ہیں لہٰذا شہری زندگی کا مسلسل فروغ اور دیہاتوں سے شہروں کی طرف منتقلی جسے ہم آج کل ترقی سمجھتے ہیں فطرت کائنات اور مشاہدہ کائنات کو ناممکن بنا دیتا ہے اور شہری زندگی کے نتیجے میں کم از کم عصر حاضر کا انسان خدا کو مشاہدہ کائنات اور آثار فطرت کے ذریعے ہرگز پہچاننے کے قابل نہیں رہتا، لیکن بعض جدیدیت پسند علماء فقہاء اس جدید زندگی کو، جو قرآن کی سینکڑوں آیت کی تفہیم میں سدراہ بن گئی ہیں، عین فطری حق اور جائز و درست بلکہ اسلام کا اصل مدعا منشاء قرار دے رہے ہیں، ہمارے مرحوم متجدّ دین آج زندہ ہوتے اور انھیں پتا چلتا کہ لاہور میں تتلیاں اور بھنورے، بیر بہوٹی اور جگنو نایاب ہوگئے ہیں اس دور کے تمام باغات صنعتی اداروں میں تبدیل ہوگئے ہیں تو وہ اپنی کتب و مقالات میں سے مشاہدات فطرت کی آیات خارج کر دیتے کیوں کہ جدید صنعتی شہری زندگی کے باعث انسان فطرت سے دور ہوگیا ہے جدید سائنس جو کشف فطرت کے دعوے کے ساتھ اٹھی تھی، تدفین و تکفین فطرت کا فریضہ انجام دے رہی ہے۔ جدید شہری زندگی آیات کائنات اور آیات الٰہی کی قاتل ہے اس نظم زندگی اور طرز زندگی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی معرفت اور قربت کا کوئی امکان باقی نہیں رہتا، لہٰذا جدید طرزِ زندگی کے انہدام اور قدیم فطری طرزِ زندگی کے قیام، احیاء اور استحکام کے بغیر آیات کائنات کے مشاہدات کا سوال ہی بے معنی ہے۔

قرآن میں آتا ہے کہ اللہ نے ہر قسم کی نباتات اگائیں، کھیت اور درخت پیدا کیے، پھر ان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے تہ بہ تہ چڑھے ہوئے دانے نکالے، کھجور کے شگوفوں سے پھلوں کے گچھے پیدا کیے، انگور، زیتون اور انار کے باغ لگائے، یہ درخت جب پھلتے ہیں تو ان میں پھل آتے اور پھر ان کے پکنے کی کیفیت ذرا غور کی نظر سے دیکھو: وَ هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَیْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا وَ مِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِیَةٌ وَّ جَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّ الزَّیْتُوْنَ وَ الرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّ غَیْرَ مُتَشَابِهٍ اُنْظُرُوْٓا اِلٰى ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَ یَنْعِهٖ اِنَّ فِیْ ذٰلِكُمْ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ [۶:۹۹] جدید شہری زندگی میں غور وفکر کے لیے یہ تمام مناظر، نظارے اور مشاہدات شہروں میں دستیاب نہیں جدید سائنس کی آلودگی اور جدید صنعتی شہری زندگی نے جہاں عالم فطرت وسبزے کو برباد کر کے کنکریٹ کے جنگل اگا دیے ہیں وہاں یہ مشاہدہ ناممکن بن گیا ہے، ٹیکنالوجی نے شہر برباد کر دیے ہیں اس کے باوجود مشاہدہ کائنات کی یہ دعوت اہل عالم کے لیے قیامت تک عام ہے ہر شخص اپنے جدید صنعتی آلودہ گرد وغبار سے اٹے ہوئے شہروں سے نکل کر کائنات میں گھوم پھر کر اللہ تعالیٰ کے کرشمے اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتا ہے بشرطیکہ چشم قلب کھلی ہوئی ہو۔

وَ مَا تَاْتِیْهِمْ مِّنْ اٰیَةٍ مِّنْ اٰیٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِیْنَ [۶:۴] سورۃ انعام کی اس آیت کا کیا مطلب لیا جائے؟ لوگ ہر آیت سے کیوں منہ موڑ لیتے ہیں کیا اس لیے کہ اس زمانے کی سائنس یا عقل ان آیات کی تفہیم اور ادراک سے قاصر رہتی ہے، یا اصل میں یہ دیکھتے ہی نہیں کہ اندھے ہیں اور سمجھتے ہی نہیں کہ مردہ ہیں۔ یہ آیات زندوں کے لیے غور وفکر کا سامان مہیا کرتی ہیں، لیکن جو لوگ جانوروں سے بدتر اور مردوں کی طرح بے حس ہیں وہ ان آیات سے کچھ اخذ نہیں کر سکتے۔ تخلیق کی آیات میں خطاب عام لوگوں سے ہے۔ ہر شخص کا ذاتی، انفرادی اور اہل عالم کا اجتماعی حقیقی تجربہ ہے کہ وہ مذکر ومونث کے اختلاط اور ماں باپ کے ملاپ سے وجود میں آتا ہے۔ ایک قطرہ جو آغوش رحم مادر میں جاتا ہے، اللہ کی رحمت سے مراحل تخلیق طے کر کے ایک جیتا جاگتا ناقابل یقین وجود بن جاتا ہے۔ یہ ہر شخص کا ذاتی، آفاقی اور معروضی [Objective] تجربہ ہے جس کی کوئی تردید نہیں کر سکتا اسی لیے کہا گیا کہ: کیا انسان دیکھتا نہیں ہے کہ ہم نے اسے نطفے سے پیدا کیا اور پھر وہ صریح جھگڑالو بن کر کھڑا ہو گیا۔ اب ہم پر وہ مثالیں چسپاں کرتا ہے اور اپنی پیدائش کو بھول جاتا ہے: اَوَلَمْ یَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِیْمٌ مُّبِیْنٌ ...... وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِیَ خَلْقَهٗ قَالَ مَنْ یُّحْیِ الْعِظَامَ وَهِیَ رَمِیْمٌ [۳۶:۷۷،۷۸] آخر اس سے پہلے میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تجھے پیدا کر چکا ہوں جب کہ تو کوئی چیز نہ تھا: قَالَ كَذٰلِكَ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَّ قَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَ لَمْ تَكُ شَيْئًا [۹:۱۹] ایک وقت ایسا بھی گزرا ہے جب انسان کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا: هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا [۷۶:۱] اپنی پہلی پیدائش کو تو تم جانتے ہی ہو پھر کیوں سبق نہیں لیتے: وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْاَةَ الْاُوْلٰى فَلَوْلَا تَذَكَّرُوْنَ [۶۲:۵۶] کیا انھوں نے کبھی اپنے آپ میں غور وفکر نہیں کیا اولم يتفكر وافي انفسهم [۳۰:۸] ان کو تو ہم نے لیس دار گارے سے پیدا کیا ہے تم [اللہ کی قدرت کے کرشموں پر] حیران ہو اور یہ اس کا مذاق اڑا رہے ہیں: فَاسْتَفْتِهِمْ اَهُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمْ مَّنْ خَلَقْنَا اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُوْنَ ...... [۳۷:۱۱،۱۲]۔ انسان کہتا ہے کہ کیا واقعی جب میں مرچکوں گا تو زندہ کر کے نکال لیا جاؤں گا ؟ کیا انسان کو یاد نہیں آتا کہ ہم پہلے اس کو پیدا کر چکے ہیں جبکہ وہ کچھ بھی نہ تھا۔ پھر ذرا انسان یہی دیکھ لے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا۔ ہے ایک اچھلنے والے پانی سے پیدا کیا گیا ہے۔ جو پیٹھ اور سینے کی ہڈیوں کے درمیان سے نکلتا ہے یقیناً وہ [خالق اسے دوبارہ پیدا کرنے پر قادر ہے: فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ [۸۶:۵] شاید اس آیت سے سینے اور ہڈیوں کے طبی علوم کی تاریخ بھی دریافت کی جاسکتی ہے جو نائیک صاحب اور جدیدیت پسند مفکرین کا دل پسند مشغلہ ہے شکر ہے یہ آیت ایسی مشق ستم سے محفوظ رہیں۔

جس طرح مذکر کے چند قطرے انسان کو وجود بخشتے ہیں جب وہ رحم مادر کی سرزمین پر گرتے ہیں بالکل اسی طرح سوکھی ہوئی زمین پر جب بارش کے قطرے برستے ہیں مردہ زمین میں زندگی پیدا ہوجاتی ہے۔ اللہ زمین کو اس کی موت کے بعد زندگی عطا کرتے ہیں: يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ يُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَ كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ [۳۰:۱۹] اللہ کی رحمت یہ ہے کہ مردہ پڑی ہوئی زمین کس طرح لہلہا اٹھتی ہے: فَانْظُرْ اِلٰى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْيِ الْمَوْتٰى وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ [۳۰:۵۰] بالکل اسی طریقے سے اللہ مرنے کے بعد دوبارہ انسانوں کو زندہ فرمادیں گے۔ قرآن بتاتا ہے، پھر تم دیکھتے ہو کہ ابر کے خول سے بارش کے قطرے ٹپکے چلے آتے ہیں تو مردہ زمین کھل اٹھتی ہے، بنجر ارض لہلہانے لگتی ہے، کل تک جو زمین چٹیل اور ریگ زار لگتی تھی بارش کے قطروں کے ساتھ ہی چمن زار، گلزار اور سبزہ زار میں بدل جاتی ہے: اَللّٰهُ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سَحَابًا فَيَبْسُطُهُ فِي السَّمَآءِ كَيْفَ يَشَآءُ وَ يَجْعَلُهُ كِسَفًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ فَاِذَآ اَصَابَ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ [۴۸:۳۰] اسی طرح کا مضمون سورۃ نور میں بھی بیان ہوا ہے اللہ بادل کو آہستہ آہستہ چلاتا ہے، پھر اس کے ٹکڑوں کو باہم جوڑتا ہے، پھر اسے سمیٹ کر ایک کثیف ابر بنا دیتا ہے پھر تم دیکھتے ہو کہ اس کے خول سے بارش کے قطرے ٹپکے چلے آتے ہیں: اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزْجِيْ سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ ثُمَّ يَجْعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِيْهَا مِنْۢ بَرَدٍ فَيُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَيَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ يَّشَآءُ يَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ يَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ [۲۴:۴۳]۔ یہی مضمون سورۃ فرقان اور سورۃ حج میں ایک اور انداز سے بیان ہوا ہے: وَهُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ بُشْرًاۢ بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا ...... لِّنُحْيِۦَ بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا وَّنُسْقِيَهٗ مِمَّا خَلَقْنَآ اَنْعَامًا وَّاَنَاسِيَّ كَثِيْرًا ...... وَلَقَدْ صَرَّفْنٰهُ بَيْنَهُمْ لِيَذَّكَّرُوْا فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا [۲۵:۴۸، ۴۹، ۵۰]۔ بارش برستے ہی مردہ زمین یکایک بھپک اٹھی اور پھول گئی اور اس نے ہر قسم کی خوش نظر نباتات اگلنی شروع کردی: يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّ غَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ وَ نُقِرُّ فِي الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ وَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى وَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْئًا وَ تَرَى الْاَرْضَ هَامِدَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَ رَبَتْ وَ اَنْۢبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍۭ بَهِيْجٍ [۲۲:۵] سورۃ السجدہ میں اسی مضمون کو دوسرے انداز سے بیان کیا گیا ہے اور کیا ان لوگوں نے یہ منظر کبھی نہیں دیکھا کہ ہم ایک بے آب و گیاہ زمین کی طرف پانی بہا لاتے ہیں اور پھر اس زمین سے وہ فصل اگاتے ہیں جس سے ان کے جانوروں کو بھی چارہ ملتا ہے اور یہ خود بھی کھاتے ہیں: اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَسُوْقُ الْمَآءَ اِلَى الْاَرْضِ الْجُرُزِ فَنُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا تَاْكُلُ مِنْهُ اَنْعَامُهُمْ وَ اَنْفُسُهُمْ اَفَلَا يُبْصِرُوْنَ [۳۲:۲۷] سورۃ الاعراف میں اس کی ایک اور مثال دی گئی ہے اور وہ اللہ ہی ہے جو ہواؤں کو اپنی رحمت کے آگے آگے خوش خبری لیے ہوئے بھیجتا ہے پھر جب وہ پانی سے لدے ہوئے بادل اٹھا لیتی ہیں تو انھیں کسی مردہ شدہ زمین کی طرف حرکت دیتا ہے اور وہاں مینہ برسا کر [اس مری ہوئی زمین سے] طرح طرح کے پھل نکال لاتا ہے، دیکھو اس طرح ہم مردوں کو حالت موت سے نکالتے ہیں شاید کہ تم اس

☆ الیقین لا یزول بالشک ☆ (فقہی ضابطہ)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مشاہدے سے سبق لو: وَ هُوَ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ بُشْرًا م بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهٖ حَتّٰۤی اِذَآ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّیِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ [۵۷:۷] وہی ہے جو اپنی رحمت کے آگے آگے ہواؤں کو بشارت بنا کر بھیجتا ہے پھر پاک پانی نازل کرتا ہے تا کہ ایک مردہ علاقے کو اس کے ذریعے زندگی بخشے: لِّنُحْیِ یَ بِهٖ بَلْدَةً مَّیْتًا وَّنُسْقِیَهٗ مِمَّا خَلَقْنَآ اَنْعَامًا وَّاَنَاسِیَّ كَثِیْرًا [۴۹:۲۵] اگر تم ان سے پوچھو کس نے آسمان سے پانی برسایا اور اس کے ذریعے سے مردہ پڑی ہوئی زمین کو جلا اٹھایا تو وہ ضرور کہیں گے اللہ نے: وَ لَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ مِنْ م بَعْدِ مَوْتِهَا لَیَقُوْلُنَّ اللّٰهُ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ [۶۳:۲۹] پھر تو دیکھتا ہے کہ بارش کے قطرے بادل میں سے ٹپکے چلے آتے ہیں۔ دیکھو اللہ کی رحمت کے اثرات مردہ پڑی ہوئی زمین کو وہ کس طرح زندہ کر دیتا ہے، یقیناً وہ مردوں کو زندگی بخشنے والا ہے: فَانْظُرْ اِلٰۤى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَیْفَ یُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْیِ الْمَوْتٰى وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ [۵۰:۳۰] کیا ان لوگوں نے یہ منظر کبھی نہ دیکھا کہ ہم ایک بے آب وگیاہ زمین کی طرف پانی بہا لاتے ہیں اور پھر اسی زمین سے وہ فصل اگاتے ہیں: اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا نَسُوْقُ الْمَآءَ اِلَى الْاَرْضِ الْجُرُزِ فَنُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا تَاْكُلُ مِنْهُ اَنْعَامُهُمْ وَ اَنْفُسُهُمْ اَفَلَا یُبْصِرُوْنَ [۲۷:۳۲] پھر ہم اسے ایک اُجاڑ علاقے کی طرف لے جاتے ہیں اور اس کے ذریعہ اس زمین کو زندگی عطا کرتے ہیں جو مردہ ہو چکی تھی: وَ اللّٰهُ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ الرِّیٰحَ فَتُثِیْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰهُ اِلٰى بَلَدٍ مَّیِّتٍ فَاَحْیَیْنَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ [۹:۳۵] ان لوگوں کے لیے بے جان زمین ایک نشانی ہے ہم نے اس کو زندگی بخشی اور اس سے غلہ نکالا: وَاٰیَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَیْتَةُ اَحْیَیْنٰهَا وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ یَاْكُلُوْنَ [۳۳:۳۶] جس نے ایک خاص مقدار میں آسمان سے پانی اتارا اور اس کے ذریعے سے مردہ زمین کو زندگی عطا کی: وَالَّذِیْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً م بِقَدَرٍ فَاَنْشَرْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّیْتًا كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ [۱۱:۴۳] پھر تم دیکھتے ہو کہ زمین سونی پڑی ہے پھر جونہی کہ ہم نے اس پر پانی برسایا یکا یک وہ بھبک اٹھتی ہے اور پھول جاتی ہے: وَمِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَیْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ اِنَّ الَّذِیْۤ اَحْیَاهَا لَمُحْیِ الْمَوْتٰى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ [۳۹:۴۱] اور اس رزق میں جسے اللہ آسمان سے نازل فرماتا ہے پھر اس کے ذریعے سے مردہ

☆عام کی تخصیص نیت کے ساتھ دیانۃً مقبول ہوتی ہے نہ کہ قضاءً☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

زمین کو زندہ کر دیتا ہے: وَاخۡتِلَافِ الَّيۡلِ وَالنَّهَارِ وَمَآ اَنۡزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنۡ رِّزۡقٍ فَاَحۡيَا بِهِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِهَا وَتَصۡرِيۡفِ الرِّيٰحِ اٰيٰتٌ لِّقَوۡمٍ يَّعۡقِلُوۡنَ [۴۵:۵] یہ انتظام ہے بندوں کو رزق دینے کا اس پانی سے ہم ایک مردہ زمین کو زندگی بخشتے ہیں: رِّزۡقًا لِّلۡعِبَادِ وَاَحۡيَيۡنَا بِهٖ بَلۡدَةً مَّيۡتًا كَذٰلِكَ الۡخُرُوۡجُ [۵۰:۱۱] خوب جان لو کہ اللہ زمین کو اس کی موت کے بعد زندگی بخشتا ہے: اِعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰهَ يُحۡىِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِهَا قَدۡ بَيَّنَّا لَكُمُ الۡاٰيٰتِ لَعَلَّكُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ [۵۷:۱۷] ان تمام آیات میں حیات بعد موت پر متوجہ کیا گیا ہے اور عام انسانی مشاہدات کو دلیل کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ پانی سے لدے ہوئے بادل مردہ زمین کو کس طرح زندہ کرتے ہیں اس کی مثال دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ حیات بعد موت کو واضح فرماتے ہیں: وَهُوَ الَّذِىۡ يُرۡسِلُ الرِّيٰحَ بُشۡرًاۢ بَيۡنَ يَدَىۡ رَحۡمَتِهٖ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَقَلَّتۡ سَحَابًا ثِقَالًا سُقۡنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَنۡزَلۡنَا بِهِ الۡمَآءَ فَاَخۡرَجۡنَا بِهٖ مِنۡ كُلِّ الثَّمَرٰتِ كَذٰلِكَ نُخۡرِجُ الۡمَوۡتٰى لَعَلَّكُمۡ تَذَكَّرُوۡنَ [۷:۵۷]۔ کشتِ انسان اور کشت ویران کے تقابلی مطالعے سے حیات بعد موت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ دوسری زندگی بالکل اسی طرح وقوع پذیر ہوگی۔ حیات آخرت میں احیاء انسانی پر متحیر اذہان کو متوجہ کیا گیا ہے کہ کیا تم لوگوں کی تخلیق زیادہ سخت کام ہے یا آسمان کی؟ اللہ نے اس کو بنایا، اس کی چھت خوب اونچی اٹھائی، پھر اس کا توازن قائم کیا اور اس کی رات ڈھانکی: ءَاَنۡتُمۡ اَشَدُّ خَلۡقًا اَمِ السَّمَآءُ بَنٰهَا ...... رَفَعَ سَمۡكَهَا فَسَوّٰٮهَا ...... وَاَغۡطَشَ لَيۡلَهَا وَاَخۡرَجَ ضُحٰٮهَا ...... وَالۡاَرۡضَ بَعۡدَ ذٰلِكَ دَحٰٮهَا [۷۹:۲۷ تا ۳۰] جب اتنے مشکل کام ہو سکتے ہیں تو تخلیق بعد موت اور احیائے ثانی میں کیا امر مانع ہو سکتا ہے؟

سورۃ کہف میں اللہ تعالیٰ نے دو لوگوں کی مثال پیش کی ہے جن کو انگور کے دو باغ دیے گئے اور ان کے گرد کھجور کے درختوں کی باڑھ لگائی اور ان کے درمیان کاشت کی زمین رکھی ان باغوں کے اندر ایک نہر اللہ تعالیٰ نے جاری کی اور اس سے خوب پیداوار اور خوب نفع حاصل ہوا۔ یہ کچھ پا کر ایک دن وہ اپنے ہمسائے سے باتیں کرتے ہوئے بولا میں تجھ سے زیادہ مال دار ہوں اور تجھ سے زیادہ طاقت وحمیت رکھتا ہوں پھر اپنی جنت یعنی باغ میں داخل ہوا اور اپنے نفس کے حق میں ظالم بن کر کہنے لگا میں نہیں سمجھتا کہ یہ دولت کبھی فنا ہو جائے گی اور مجھے توقع نہیں کہ قیامت کی گھڑی کبھی آئے گی تاہم اگر کبھی مجھے اپنے رب کے حضور پلٹایا بھی گیا تو ضرور اس سے زیادہ شاندار جگہ پاؤں گا اس کے جواب میں اس کے ہمسائے نے گفتگو کرتے ہوئے اس کافر نعمت سے آغاز کلام میں کہا: قَالَ

☆ یقین شک کی وجہ سے زائل نہیں ہوتا ☆ (فقہی ضابطہ)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لَہٗ صَاحِبُہٗ وَ ھُوَ یُحَاوِرُہٗ اَکَفَرْتَ بِالَّذِیْ خَلَقَکَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَۃٍ ثُمَّ سَوّٰکَ رَجُلًا [۱۸:۳۷] ''کیا تو کفر کرتا ہے اس ذات سے جس نے تجھے مٹی سے اور پھر نطفے سے پیدا کیا اور تجھے ایک پورا آدمی بنا کر کھڑا کیا''۔ اپنی تخلیق اور پیدائش کا تجربہ ایسا معروضی تجربہ ہے کہ کوئی انسان اس کا انکار نہیں کرسکتا۔ آدمی اس تجربے کو بالکل اسی طرح پہچانتا ہے اور جانتا ہے جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانتا ہے، کفار مکہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بالکل اسی طرح پہنچانتے تھے جس طرح اپنے بیٹوں کو۔ اس طرح انسان اپنی پیدائش کی حقیقت سے بغیر کسی علم، سائنس اور فلسفے کے بخوبی آگاہ ہے یہ ایسی دلیل ہے جو زماں و مکان سے ماوراء ہے جب تک انسان روئے زمین پر پیدا ہوتے رہیں گے اسی طریقے سے پیدا ہوں گے یہ دلیل کبھی غیر روشن اور مردہ نہیں ہوگی، بالکل اسی طرح موت کی دلیل بھی تخلیق انسانی کی دلیل کی طرح قیامت تک کے لیے روشن ہے اس لیے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین و کفار مکہ کے سامنے مالک الملک کی تعریف بیان کرتے ہوئے فرمایا تھا: قُلْ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنْ کُنْتُمْ فِیْ شَکٍّ مِّنْ دِیْنِیْ فَلَآ اَعْبُدُ الَّذِیْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ وَ لٰکِنْ اَعْبُدُ اللّٰہَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰکُمْ وَ اُمِرْتُ اَنْ اَکُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ [۱۰:۱۰۴] سن لو کہ تم اللہ کے سوا جن کی بندگی کرتے ہو میں ان کی بندگی نہیں کرتا بلکہ صرف اسی خدا کی بندگی کرتا ہوں جس کے قبضے میں تمھاری موت ہے۔ ظاہر ہے موت کا انکار کافر بھی نہیں کرسکتا لہٰذا وہ ہستی جو تم کو موت کے شکنجے میں کس لیتی ہے اس کا نام اللہ واحد ہے اگر تمھارے معبود فی الحقیقت موجود ہیں تو وہ تمھیں موت سے کیوں بچا نہیں لیتے۔ انسان اس حقیقت کو بہت اچھی طرح جانتا ہے کہ اس کا مالک حقیقی اللہ تعالیٰ ہے لیکن اس کے باوجود وہ اس فرض کو بھول جاتا ہے جس کی ادائیگی کے لیے اس کے رب نے اسے پیدا کیا تھا یعنی بندگی: کَلَّا لَمَّا یَقْضِ مَآ اَمَرَہٗ [۸۰:۲۳]

قرآن: مراحل تخلیق کا تذکرہ اور اس سے مقصود:

دلائل کے تابوت میں آخری کیل ٹھونکتے ہوئے قرآن نے کہا: ہرگز نہیں ہم نے جس چیز سے ان کو پیدا کیا ہے اسے یہ خود جانتے ہیں: کَلَّآ اِنَّا خَلَقْنٰھُمْ مِّمَّا یَعْلَمُوْنَ [۷۰:۳۹] ہر آدمی جانتا ہے کہ اس کی تخلیق اس کے باپ کے نطفے سے ہوئی ہے اس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں۔ قرآن بتاتا ہے کہ اسے نطفے سے، ماء مہین سے، ماء دافق سے، نطفہ امشاج سے، نر اور مادہ سے،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اچھلتے ہوئے پانی سے پیدا کیا گیا: ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ [۸:۳۲]، اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ [۲۰:۷۷]، خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ...... يَخْرُجُ مِنْم بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ [۸۶:۶،۷]، اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًام بَصِيْرًا [۷۶:۲]، وَاَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى [۵۳:۴۵]، [۷۵:۹۳]، قرآن بتاتا ہے کہ تم کو اپنی پہلی پیدائش کا تو معلوم ہی ہے: وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْاَةَ الْاُوْلٰى فَلَوْلَا تَذَكَّرُوْنَ [۵۶:۶۲]، انسان دیکھے کہ وہ کس چیز سے پیدا ہوا ہے: فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ [۸۶:۵]۔ لیکن اب انسان کے لیے یہ تصور کرنا مشکل ہوگیا کہ ایک قطرے سے یہ انسان کیسے وجود میں آگیا جواب خود ایک طوفان ہے؟ اسی لیے قرآن میں آتا ہے لعنت ہو انسان پر کیسا سخت منکر حق ہے کس چیز سے اللہ نے اسے پیدا کیا ہے نطفہ کی ایک بوند سے: قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ ...... مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ ...... مِنْ نُّطْفَةٍ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ [۸۰:۱۷،۱۸،۱۹]۔ ان آیات کا مقصد ہر فرد پر یہ بات واضح کرنا ہے کہ انسان اپنی حقیقت، اپنے اردگرد، شب و روز دنیا میں آنے والے بچوں کی تخلیق و افزائش کے عمل سے تلاش کرسکتا ہے۔ تخلیق کی آیات کا مقصد انسان کو عہد الست یاد دلانا اور یہ جتلانا ہے کہ جب تم ان تمام حقائق کے عینی شاہد ہو تو ہمیں کیوں بھول جاتے ہو؟ ہم نے تمھیں پیدا کیا ہے پھر تم کیوں تصدیق نہیں کرتے؟ نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ فَلَوْلَا تُصَدِّقُوْنَ [۵۶:۵۷] قرآن کے الفاظ میں "اللہ ہی تو ہے جس نے ضعف کی حالت سے تمھاری پیدائش کی ابتداء کی پھر اس ضعف کے بعد تمھیں قوت بخشی پھر اس قوت کے بعد تمھیں ضعیف اور بوڑھا کردیا۔ وہ جو کچھ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور وہ سب کچھ جاننے والا ہے: اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْم بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْم بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّ شَيْبَةً يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْقَدِيْرُ [۳۰:۵۴] ضعف سے طاقت اور طاقت سے پھر ضعف کا یہ مضمون سورۃ الانشقاق میں ایک اور طرح سے بیان ہوا ہے، پس قسم کھاتا ہوں شفق کی اور رات کی اور جو کچھ وہ سمیٹ لیتی ہے اور چاند کی جب کہ وہ ماہ کامل ہو جاتا ہے تم کو ضرور درجہ بدرجہ ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف گزرتے چلے جانا ہے: فَلَآ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ...... وَالَّيْلِ وَمَا وَسَقَ ...... وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ ...... لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ [۸۴:۱۶ تا ۱۹]۔ ان آیات کو سمجھنے کے لیے جدید علم ایمبریالوجی کا پندرہ سو برس تک انتظار کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی ہر شخص تخلیق انسانی کی کیفیات و تجربات کا عینی شاہد ہے۔

☆ لاثواب الا بالنیۃ ☆ (فقہی ضابطہ)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وہ اپنی نشانیوں کو کھول کھول کر پیش کر رہا ہے ان لوگوں کے لیے جو علم رکھتے ہیں: هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَآءً وَّ الْقَمَرَ نُوْرًا وَّ قَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِیْنَ وَ الْحِسَابَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِکَ اِلَّا بِالْحَقِّ یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ [۱۰:۵] تخلیق انسانی کی تمام آیات کے سیاق وسباق پر غور کیجیے ہر آیت کے آغاز یا اختتام پر حیات بعد موت کے سوال کا جواب دیا جا رہا ہے۔ سورۃ صافات میں آتا ہے ''اب ان سے پوچھو ان کی پیدائش زیادہ مشکل کام ہے یا ان چیزوں کی جو ہم نے پیدا کر رکھی ہیں تو ان سے پوچھو کہ ان کا بنانا مشکل ہے یا جتنی خلقت ہم نے بنائی ہے؟ انھیں ہم نے چپکتے گارے سے بنایا ہے۔ ہاں تو تم تعجب کرتے ہو اور یہ تمسخر کرتے ہیں۔ اور جب ان کو نصیحت کی جاتی ہے تو نصیحت قبول نہیں کرتے۔ اور جب کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو مذاق کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہ تو صریح جادو ہے۔ بھلا جب ہم مر گئے اور مٹی اور ہڈیاں ہو گئے تو کیا پھر اٹھائے جائیں گے؟ اور کیا ہمارے باپ دادا بھی [جو] پہلے [ہو گزرے ہیں؟]: فَاسْتَفْتِهِمْ اَهُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمْ مَّنْ خَلَقْنَا اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِیْنٍ لَّازِبٍ ...... بَلْ عَجِبْتَ وَیَسْخَرُوْنَ ...... وَاِذَا ذُکِّرُوْا لَا یَذْکُرُوْنَ ...... وَاِذَا رَاَوْا اٰیَةً یَّسْتَسْخِرُوْنَ ...... وَقَالُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ...... ءَاِذَا مِتْنَا وَکُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ...... اَوَاٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ [۳۷:۱۱تا۱۷]

قرآن نے اس سلسلے میں لوگوں کی تشویش اور اضطراب کا ذکر کیا ہے اور پھر دلیل میں تخلیق کا عمل پیش
کیا ہے اور اختتام آیت پر لوگوں کو وحدانیت، ربوبیت اور توحید کی دعوت دی ہے۔ نا ئیکس
یا کہ یہ
اس تناظر کو نظر انداز کر کے درمیان کی بعض آیات سے سائنس ثابت کر دیتے ہیں، جا
بعد الموت حشر
طریقہ درست ہے تو کیا سائنس ان آیات کے اصل مقاصد، مدعا اور منشا، یعنی
جائے مگر اس سائنس کے
اور خدا کی وحدانیت کو تسلیم کرتی ہے؟ قرآن کی آیت سے سائنس نکا
اور آخرت غیر اہم ہو جائے کیونکہ
پھلنے پھولنے فروغ پانے کے نتیجے میں خدا کا سوال ہی ختم ہو
یرہ کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تو ایسی
سائنس کے منہاج میں خدا، حشر نشر، آخرت اور توح
سائنس کا کیا فائدہ جو خدا سے منکر ہے؟

استقرار حمل سے لے کر پیدائش تک کا مرحلہ وار ذکر: قرآن:

قرآن میں تخلیق انسان یا جنین کے مراحل کا بیان جگہ جگہ آیا ہے سب سے پہلے اللہ تعالیٰ

☆ الاصل برآۃ الذمہ ☆ بنیادی طور پر ذمہ سے بری ہونا مقصود ہے ☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نے ارشاد فرمایا کہ بتاؤ کیا متنوع مخلوق کی تخلیق اور آسمان و زمین کا بنانا انسان کی تخلیق سے زیادہ مشکل کام ہے؟ ظاہر ہے نہیں تو انسان اپنی تخلیق پر اتنا حیران کیوں ہے: فَاسْتَفْتِهِمْ اَهُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمْ مَّنْ خَلَقْنَا اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ [۳۷:۱۱] لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ [۴۰:۵۷] ءَ اَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ بَنٰهَا [۷۹:۲۷] اس کے بعد مراحل تخلیق بتاتے ہوئے کہا: وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ [۱۵:۲۶] وَ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ [۱۵:۲۸] وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ [۲۳:۱۲] الَّذِیْ اَحْسَنَ كُلَّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ وَ بَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ [۳۲:۷] ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ [۳۲:۸] خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ [۵۵:۱۴] وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ [۷:۱۱] قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ [۷:۱۲] وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ [۱۵:۲۶] وَ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ [۱۵:۲۸] قَالَ لَمْ اَكُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهٗ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ [۱۵:۳۳] وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ قَالَ ءَ اَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِيْنًا [۱۷:۶۱] قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ وَ هُوَ يُحَاوِرُهٗٓ اَكَفَرْتَ بِالَّذِیْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوّٰكَ رَجُلًا [۱۸:۳۷] يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّ غَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ وَ نُقِرُّ فِی الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ وَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰی وَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓی اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْئًا وَ تَرَی الْاَرْضَ هَامِدَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَ رَبَتْ وَ اَنْۢبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ [۲۲:۵] وَ اللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا وَ مَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰی وَ لَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ وَ مَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّ لَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖٓ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَی اللّٰهِ يَسِيْرٌ [۳۵:۱۱] فَاسْتَفْتِهِمْ اَهُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمْ مَّنْ خَلَقْنَا اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ [۳۷:۱۱] اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ [۳۸:۷۱] قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ

☆ ثواب کا دارومدار نیت پر ہے ☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ [۳۸:۷۶] هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ یُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْۤا اَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُوْنُوْا شُیُوْخًا وَ مِنْكُمْ مَّنْ یُّتَوَفّٰى مِنْ قَبْلُ وَلِتَبْلُغُوْۤا اَجَلًا مُّسَمًّى وَّلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ [۴۰:۶۷] خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ [۹۶:۲]، [۷۵:۹۳] پھر ارشاد ہوا کہ ہم نے تخلیق انسان کے لیے نر اور مادہ کے جوڑے بنائے: وَاَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَیْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى [۵۳:۴۵][۷۵:۹۳] پھر بتایا کہ پانی سے تخلیق کی گئی: وَ اِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَیْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ [۸:۳۲] اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِیْنٍ [۷۷:۲۰] خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ [۸۶:۶] یَّخْرُجُ مِنْۢ بَیْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ [۸۶:۷] پھر بتایا کہ مخلوط نطفے سے انسان کو وجود بخشا گیا: اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِیْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِیْعًاۢ بَصِیْرًا [۷۶:۲] نطفہ قرار مکین میں رکھا گیا منی رحم مادر میں قطرے کی صورت میں ڈالی گئی: ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِیْ قَرَارٍ مَّكِیْنٍ [۲۳:۱۳] مِنْ نُّطْفَةٍ اِذَا تُمْنٰى [۵۳:۴۶] اَلَمْ یَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِیٍّ یُّمْنٰى [۷۵:۳۷] ایک وقت مقررہ تک اسے محفوظ جگہ رکھا: فَجَعَلْنٰهُ فِیْ قَرَارٍ مَّكِیْنٍ [۷۷:۲۱] اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ [۷۷:۲۲] فَقَدَرْنَا فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ [۷۷:۲۳] لہو کا لوتھڑا بنایا، اعضاء درست کیے، جوڑے بنائے مرد عورت: ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى [۷۵:۳۸] فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَیْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى [۷۵:۳۹] خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ [۹۶:۲] ہڈیاں بنائیں پھر ہڈیوں پر گوشت چڑھایا: فَاَخَذَتْهُمُ الصَّیْحَةُ بِالْحَقِّ فَجَعَلْنٰهُمْ غُثَآءً فَبُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ [۲۳:۱۴] پھر کان آنکھ عطا کیے: وَ اللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَیْئًا وَّ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْئِدَةَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ [۱۶:۷۸] پھر اسے درست کیا پھر اس میں اپنی روح پھونکی: ثُمَّ سَوّٰىهُ وَ نَفَخَ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْئِدَةَ قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ [۳۲:۹] اسے ماں کے پیٹ میں تین اندھیروں میں رکھا: خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِیَةَ اَزْوَاجٍ یَخْلُقُكُمْ فِیْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِیْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ [۳۹:۶] مدراج تخلیق کا ذکر کرتے ہوئے بتایا: یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّ غَیْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَیِّنَ لَكُمْ وَ نُقِرُّ فِی الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ اِلٰۤى

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ وَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى وَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْ م بَعْدِ عِلْمٍ شَيْـًٔا وَ تَرَى الْاَرْضَ هَامِدَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَ رَبَتْ وَ اَنْۢبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍ م بَهِيْجٍ [۲۲:۵]هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُوْنُوْا شُيُوْخًا وَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى مِنْ قَبْلُ وَلِتَبْلُغُوْٓا اَجَلًا مُّسَمًّى وَّلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ [۴۰:۶۷]مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ [۸۰:۱۸]مِنْ نُّطْفَةٍ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ [۸۰:۱۹] قرار حمل سے لے کر پیدائش تک انسان کن کن مرحلوں سے گزرتا ہے اس کا علم بھی صرف خالق کے پاس ہوتا ہے جیسی صورت چاہتا ہے بناتا ہے:

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا فَلَمَّا تَغَشّٰىهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ فَلَمَّآ اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ اٰتَيْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ [۷:۱۸۹]اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَ مَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَ مَا تَزْدَادُ وَ كُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ [۱۳:۸]اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَ يَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ وَ مَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَ مَا تَدْرِيْ نَفْسٌ م بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ [۳۱:۳۴]هُوَ الَّذِيْ يُصَوِّرُكُمْ فِي الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ [۳:۶] پھر اللہ جسے چاہتا ہے بیٹی دیتا ہے جسے چاہتا ہے بیٹا عطا کرتا ہے: لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ [۴۲:۴۹]اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ [۴۲:۵۰]اس کی عمر کا تعین بھی خالق حقیقی کرتا ہے: وَ اللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا وَ مَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَ لَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ وَ مَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّ لَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖٓ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ [۳۵:۱۱] مدت حمل اور مدت رضاعت بھی وہی بتاتا ہے: وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسٰنًا حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ اِنِّيْ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاِنِّيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ [۴۶:۱۵]وَ الْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ وَ عَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَ كِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا لَا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تُضَآرَّ وَالِدَةٌ م بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ وَ عَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَ تَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا وَ اِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْٓا اَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّآ اٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ [۲:۲۳۳] پھر وہی بچپن جوانی ضعف کی حالت طاری کرتا ہے: اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْ م بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْ م بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّ شَيْبَةً يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَ هُوَ الْعَلِيْمُ الْقَدِيْرُ [۳۰:۵۴] وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ [۳۶:۶۸] اور اس انسان کو جو ابتدائی حالت ضعف میں پیدائش کے بعد کچھ نہ جانتا تھا اس کے بعد سن شعور بلوغت اور بڑھاپے سے پہلے تک وہ بہت کچھ جانتا تھا اسی انسان کو اللہ رب العزت حالت ضعف میں دوبارہ بالکل لاعلم بنا دیتا ہے: وَ اللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفّٰىكُمْ وَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْئًا اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ [۱۶:۷۰] ان تمام مراحل کے بیان کے بعد اللہ اپنے بندے سے پوچھتا ہے: وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْاَةَ الْاُوْلٰى فَلَوْلَا تَذَكَّرُوْنَ [۵۶:۶۲] پھر تم سوچتے کیوں نہیں ہو؟ مراحل تخلیق کے بیان کے بعد اللہ کی ربوبیت سے آگہی کے لیے غور و فکر کی دعوت کا سائنس سے کیا تعلق؟ یہ دعوت تو خالصتاً قربت، رب معرفت رب کے حصول کے لیے دی جا رہی ہے نہ کہ حصول سائنس کے لیے۔

نائیک صاحب قرآن اور علم ایمبر یالوجی کی ہم آہنگی ثابت کرنے کے لیے سورۃ مومنون اور سورۃ الحج کی ان آیات سے استدلال کرتے ہیں جن کا تعلق تخلیق انسانی کے مختلف مراحل سے ہے: يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّ غَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ وَ نُقِرُّ فِي الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ وَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى وَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْ م بَعْدِ عِلْمٍ شَيْئًا وَ تَرَى الْاَرْضَ هَامِدَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَ رَبَتْ وَ اَنْۢبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍ م بَهِيْجٍ [۲۲:۵] ''لوگو! اگر تمھیں مرنے کے بعد جی اٹھنے میں شک ہو تو ہم نے تمھیں [پہلی بار بھی تو] پیدا کیا تھا [یعنی ابتداء میں] مٹی سے پھر اُس سے نطفہ بنا کر پھر اس سے خون کا لوتھڑا بنا کر پھر اس سے بوٹی بنا کر جس کی بناوٹ کامل بھی ہوتی ہے اور ناقص بھی تا کہ تم پر [اپنی خالقیت] ظاہر کر دیں اور ہم جس کو چاہتے ہیں ایک میعاد مقرر تک پیٹ میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ٹھہرائے رکھتے ہیں پھر تم کو بچہ بنا کر نکالتے ہیں پھر تم جوانی کو پہنچتے ہو اور بعض [قبل از پیری] مر جاتے ہیں اور بعض [بوڑھے ہو جاتے اور بڑھاپے کی] نہایت خراب عمر کی طرف لوٹائے جاتے ہیں کہ بہت کچھ جاننے کے بعد بالکل بے علم ہو جاتے ہیں، اور [اے دیکھنے والے] تو دیکھتا ہے [کہ ایک وقت میں] زمین خشک [پڑی ہوتی ہے] پھر جب ہم اس پر مینہ برساتے ہیں تو وہ شاداب ہو جاتی اور ابھرنے لگتی ہے اور طرح طرح کی بارونق چیزیں اگاتی ہے''۔

مٹی سے انسان کی تخلیق اور جدید سائنس:

اس آیت کے شروع میں حیات آخرت پر شک کی تردید کے لیے تخلیق انسانی کے مراحل کا نقشہ پیش کیا گیا لیکن حیات آخرت کے ذکر کے فوراً بعد انسان کی تخلیق کے مرحلۂ اول یعنی مٹی سے انسان کی تخلیق کا ذکر کیا گیا ہے، تراب کے بعد قرآن نے نطفے، علقه، مضغه، رحم کا ذکر کیا ہے، ایمبر یالوجی اور جدید سائنس نطفے سے لے کر رحم کے مراحل کو تو تسلیم کرتی ہے لیکن جدید سائنس کا کوئی سائنس دان انسان کی مٹی سے تخلیق کے نظریے کو تسلیم نہیں کرتا ان کا موقف یہ ہے کہ انسان مادے سے ظہور کرتا ہے اور یہ مادہ Protein cell سے تخلیق پاتا ہے۔ سائنس جب اس آیت کے پہلے دو بیانات کو ہی درست تسلیم نہیں کرتی یعنی نہ آخرت کو مانتی ہے نہ مٹی سے تخلیق کو تو بقیہ مراحل کو سائنس سے ثابت یا ہم آہنگ کرنے کی کوشش محض سادگی ہے۔ قرآن میں طین کا ذکر گیارہ مرتبہ اور تراب کا ذکر ۸ مرتبہ کیا گیا اس کے علاوہ دیگر مراحل تخلیق کا ذکر حسب ذیل ہے:

صلصال ۴، [۱۵:۲۶، ۱۵:۲۰، ۱۵:۳۳، ۵۵:۱۴]، الطین ۱۱، [۳:۴۹، ۵:۱۱۰، ۶:۲، ۷:۱۲، ۲۳:۱۲، ۲۸:۳۸، ۳۲:۷، ۳۷:۱۱، ۳۸:۷۱، ۳۸:۷۶، ۵۱:۳۳، ۷۱:۶۱] تراب: ۸ مرتبہ، [۳:۵۹، ۱۸:۳۷، ۲۲:۵، ۳۰:۲۰، ۳۵:۱۱، ۴۰:۶۷]، ترابا ۹، [۲۳:۳۵، ۲۳:۷۲، ۲۷:۶۷، ۳۷:۱۶، ۳۷:۵۳]، نطفه ۱۲ [۱۶:۴، ۱۸:۳۷، ۲۲:۵، ۲۳:۱۳، ۲۳:۱۴، ۳۵:۱۱، ۳۶:۷۷، ۴۰:۶۷، ۵۳:۶۴، ۷۵:۳۷، ۷۶:۲، ۸۰:۱۹]، قرار مکین ۲ [۲۳:۱۳، ۷۷:۲۱]، علقه ۵ [۲۲:۵، ۲۳:۱۴، ۲۳:۱۴، ۴۰:۶۷]، مضغة ۳، [۲۲:۵، ۲۳:۱۴، ۲۳:۱۴]، لحماً [۲۳:۱۴]، خلق: ۶۴ مرتبہ: خلقنا ۲۴، خلقکم اور خلقناکم: ۹ مرتبہ آیا ہے اس کے علاوہ قرآن میں ماءِ مهین، ماء دافق، منی، طین لازب کی اصطلاحات بھی استعمال ہوئی ہیں۔ تخلیق انسانی مٹی سے ہوئی۔ یہ قرآن کا بیان ہے اور

☆ العادة محكمة ☆ عادت کو حکم بنایا گیا ہے یعنی فیصلہ عرف کے مطابق ہوگا ☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تکرار کے ساتھ ہے جگہ جگہ قرآن میں بتایا گیا کہ ہم نے انسان کوارض سے، طین سے، تراب سے پیدا کیا ہے لیکن کوئی جدید فلسفی یا سائنس دان انسان کی مٹی سے تخلیق کا قائل نہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد سے قبل بعض یونانی فلاسفہ [Atomist] انسان کی مٹی سے تخلیق کے قائل تھے لہٰذا قرآن کے تمام بیانات جدید سائنس کی نظر میں کوئی حیثیت نہیں رکھتے [نعوذ باللہ] سورۃ مومنون میں بھی تخلیق کے مراحل درج ہیں: وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن سُلَالَةٍ مِّن طِينٍ ...... ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِي قَرَارٍ مَّكِينٍ ...... ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا ثُمَّ أَنشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ ...... ثُمَّ إِنَّكُم بَعْدَ ذَٰلِكَ لَمَيِّتُونَ ...... ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تُبْعَثُونَ [۲۳:۱۲ تا ۱۶] یہاں بھی پہلا بیان یہ ہے کہ انسان کو مٹی کے ست سے بنایا: سُلَالَةٍ مِّن طِينٍ پھر نطفہ قرار مکین میں ٹپکایا گیا پھر نطفہ علقہ بنا پھر مضغہ میں تبدیل ہوا پھر یہ عظماً بنایا گیا پھر اس پر لحم چڑھایا گیا پھر اسے ایک دوسری مخلوق بنا کر اٹھادیا گیا، ان آیات کے فوراً بعد کہا گیا کہ پھر اس کے بعد تم کو ضرور مرنا ہے پھر قیامت کے روز یقیناً تم اٹھائے جاؤ گے، جدید سائنس دان اور فلسفی مراحل تخلیق کی ان آیات کی پہلی آیت یعنی مٹی کے ست سے تخلیق اور آخری آیت روز قیامت اور احیاء کو تسلیم نہیں کرتے لہٰذا درمیان کی صرف تین آیات کو سائنس سے ہم آہنگ ثابت کرنا محض نادانی ہے۔ سائنسی علم میں ایسی باطل تاویلات کی کوئی حیثیت نہیں کوئی سائنس داں نائیک صاحب کے بیانات کو تسلیم نہیں کرتا خواہ وہ سائنس کی حمایت میں کتنا ہی زور خطابت صرف فرمادیں۔ سورۃ سجدہ میں تخلیق کے مراحل کا تذکرہ کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی شان اور کائنات کی تخلیق کی کیفیات بیان کی گئی ہیں: اَللّٰهُ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَيْنَهُمَا فِىْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ وَّ لَا شَفِيْعٍ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ...... يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِىْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗۤ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ...... ذٰلِكَ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ [۳۲:۴ تا ۶] ۔ جدید سائنس ان دونوں آیات میں بیان کردہ کسی حقیقت کو تسلیم نہیں کرتی، اس کے بعد کہا گیا کہ اللہ ظاہر و باطن سے واقف ہے سائنس اس کو بھی نہیں مانتی پھر تخلیق کے مراحل بتائے گئے: الَّذِىْۤ اَحْسَنَ كُلَّ شَىْءٍ خَلَقَهٗ وَ بَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ ...... ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ...... ثُمَّ سَوّٰىهُ وَ نَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ

☆ جس نے قبل از وقت کسی شی کے حصول کی کوشش کی اسے اس سے محرومی کی سزا دی جائے گی ☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

الْاَفْئِدَۃَ قَلِیْلًا مَّا تَشْکُرُوْنَ [۳۲:۷تا۹] پھر مقصد تخلیق بتایا گیا کہ شکر گزار بنو، اس پر آدمی کا رویہ کیا ہے وہ بتایا گیا کہ تم لوگ کم ہی شکر گزار ہوتے ہو پھر آخرت اور احیاء بعد موت کا ذکر کیا گیا: وَ قَالُوْٓا ءَ اِذَا ضَلَلْنَا فِی الْاَرْضِ ءَ اِنَّا لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ بَلْ ھُمْ بِلِقَآئِ رَبِّھِمْ کٰفِرُوْنَ...... قُلْ یَتَوَفّٰکُمْ مَّلَکُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وُکِّلَ بِکُمْ ثُمَّ اِلٰی رَبِّکُمْ تُرْجَعُوْنَ [۳۲:۱۰تا۱۱] سائنس ان میں سے کسی بیان کو تسلیم نہیں کرتی۔

سورۃ مرسلات میں تخلیق کے دو مراحل کے بیان سے پہلے آخرت کا ذکر ہے: اَلَمْ نُھْلِکِ الْاَوَّلِیْنَ...... ثُمَّ نُتْبِعُھُمُ الْاٰخِرِیْنَ...... کَذٰلِکَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِیْنَ...... وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُکَذِّبِیْنَ [۷۷:۱۶تا۱۹] پھر کہا گیا کیا ہم نے ایک حقیر پانی سے تمھیں پیدا نہیں کیا؟ ایک مقررہ مدت تک اسے ایک محفوظ جگہ ٹھہرائے رکھا تو دیکھو ہم اس پر قادر تھے پس ہم بہت اچھی قدرت رکھنے والے ہیں: اَلَمْ نَخْلُقْکُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّھِیْنٍ...... فَجَعَلْنٰہُ فِیْ قَرَارٍ مَّکِیْنٍ...... اِلٰی قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ...... فَقَدَرْنَا فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ [۷۷:۲۰تا۲۳] اس کے فوراً بعد کہا گیا کہ تباہی اس روز جھٹلانے والوں کے لیے: وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُکَذِّبِیْنَ [۷۷:۲۴] سائنس ان دو آیات کے سوا کسی آیت کو نہیں مانتی تو ایسی سائنس سے قرآن کو ثابت کرنے کی مہم جوئی سادہ لوحی، سادہ دلی، نادانی اور کم فہمی کے سوا کچھ نہیں ہے۔

قرآن کو سمجھنے کے لیے کسی سائنسی تجربے، سائنسی ایجاد، سائنسی بیان، تحقیق اور جدید سائنس کی ضرورت نہیں، اللہ تعالیٰ کی سنت یہی ہے کہ وہ اپنی کتاب کو تفصیل سے نازل کرتا ہے تاکہ ہدایت کے حصول کے لیے کسی اور ذریعے کی طرف دیکھنا نہ پڑے۔ اگر ہدایت کے لیے کسی اور ذریعے سے رجوع کرنا ضروری ہے یا ہدایت کی تشریح کوئی خارجی ذریعہ کرے گا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہدایت تام اور کامل نہیں۔

خدا کا کلام محتاج ہے اپنی تصدیق، توثیق اور تائید کے لیے اپنی مخلوق کا، اس مخلوق کا جو مغرب میں رہتی ہے اور خالق کو خالق بھی تسلیم نہیں کرتی اس کی ایجاد کردہ سائنس کا۔ اس کا دوسرا مطلب یہ ہوا کہ قرآن، نعوذ باللہ، مکمل نہیں ہے کیونکہ حقیقت اپنے ثبوت کے لیے، اپنے ہونے کے لیے اور اپنے جواز کے لیے کسی دوسرے پر انحصار نہیں کرتی۔ وہ اپنے ہونے کا مکمل جواز اپنے اندر رکھتی ہے فلسفہ پڑھنے والے اس نکتے سے بخوبی واقف ہیں فلسفہ میں حقیقت [Reality] کسی پر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

منحصر نہیں ہوتی۔ اگر نائیک صاحب کے یہاں موجود غلط تصور حقیقت کو تسلیم کرلیا جائے تو اس کے نتیجے میں قرآن نہ تو حقیقت ہے، نہ حقیقت ازلی وابدی۔ نہ خالق حقیقی کا کلام جو اپنی تشریح توضیح، تفسیر اور تکمیل کے لیے اپنی مخلوق کا محتاج ہو۔ ظاہر ہے وہ کلام الٰہی کیسے ہوسکتا ہے۔

(جاری ہے.................)

اسکولوں اور دینی مدارس کے طلباء وطالبات کے لئے!

مختصر نصابِ فقہ سوالاً جواباً

پروفیسر ڈاکٹر نور احمد شاہتاز

مفتی محمد رفیق الحسنی صاحب کی

حج اور عمرہ کے قدیم وجدید مسائل پر مشتمل جامع کتاب

رفیق المناسک مع الفضائل والرقائق...... شائع ہوگئی

ناشر

جامعہ اسلامیہ مدینۃ العلوم گلستان جوہر بلاک ۱۵۔ کراچی

☆ اعمال الکلام اولی من اھمالہ ☆ کلام پر عمل کرنا اسے مہمل چھوڑنے کی نسبت اولیٰ ہے ☆

© rasailojaraid.com